ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور



تاریخِ اسلام

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو - خدام الدین مورخہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۵ء

ماخوذ

خدمتِ خلق کے شعبے

مخلوق کی بھلائی کے لئے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے تمام ملک میں مختلف سرائیں بنوائیں اور جو مسافر اُن کے شہروں سے گزریں - ان کی ایک دن اور رات مہانداری کریں جو مسافر بیمار ہوں ان کو دو دن اور دو رات ٹھہرائیں - اگر کسی مسافر کے پاس سفر خرچ نہ ہو تو اس کے خرچ کا انتظام کر دیں تاکہ وہ اپنے گھر پہنچ جائے -

آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں رعایا کی خوشحالی کے لئے اور بھی کئی طریقے اختیار کیے -

۱- لنگر خانے قائم کیے - جس سے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا مفت دیا جاتا تھا -

۲- غریبوں کے پاس جو کھوٹے سکے تھے ان کے متعلق ٹکسال افسروں کو حکم دیا کہ جو لوگ اپنے کھوٹے سکوں کو کھرے سکوں سے بدلنا چاہیں ان کو فوراً بدل دو -

۳- بجٹ میں ایسی مد کو بڑھایا - جس سے قرض داروں کا قرض ادا کیا جاتا تھا -

۴- قیدیوں کا وظیفہ مقرر کیا -

کسی بادشاہ کی اچھائی یا بُرائی معلوم کرنے کے لئے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس نے رعایا کی بھلائی کے لئے کیا کیا کام انجام دیئے - اپنے ملک میں تعلیم کو کس قدر پھیلایا - اپنے ملک کے عالموں اور اہلِ کمال کی کیا قدردانی کی علوم و فنون کی اس نے کہاں تک سرپرستی کی -

علم کی اشاعت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے کو جب ہم اس حیثیت سے بھی دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کی حکومت کی مثال نہیں ملتی - آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں تعلیم کو عام کیا اور تعلیم کے پھیلانے کے متعلق خصوصیت سے احکام جاری کئے ایک فرمان میں قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا -

لوگوں کو چاہیئے کہ وہ علم کو پھیلائیں - کیونکہ اگر علم نہ پھیلایا جائے اور سینوں میں راز بنا کر رکھا جائے تو وہ ضائع ہو جاتا ہے -

ایک دوسرے گورنر کو لکھا کہ اپنے علاقے کے عالموں کو حکم دو کہ وہ اپنی مسجد میں بیٹھ کر علم کو پھیلائیں - کیونکہ تعلیم چھوڑ دینے کی وجہ سے علم کم ہوتا جا رہا ہے عالموں اور تعلیم دینے والوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں - تاکہ وہ کمانے کی فکر سے بالکل بے پرواہ ہو کر اطمینان سے تعلیم دیں - آپ نے حمص کے گورنر کو لکھا -

جو لوگ دُنیا چھوڑ کر مسجدوں میں تعلیم دینے میں مشغول ہیں - میرا یہ خط پہنچتے ہی اُن کے نام خزانے سے سو سو دینار جاری کر دو تاکہ یہ اطمینان کے ساتھ تعلیم دے سکیں -

آپ نے کثرت سے طالب علموں کے نام وظیفے جاری کیے تاکہ لوگ شوق سے تعلیم حاصل کریں - وہ کافر اور مشرک جو اپنے مذہب پر رہ کر اسلامی حکومت میں رہتے بستے ہیں انہیں ذمی کہتے ہیں ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کا اسلام نے ویسا ہی حکم دیا ہے - جیسے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کی ہے - عام حقوق میں بھی وہ مسلمانوں کے برابر قرار دیئے گئے ہیں - حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی حکومت کے زمانے میں ذمیوں کو وہ سب حقوق دیئے جو اسلام نے ان کو دیئے ہیں -

اسلامی عدل و انصاف

دمشق میں ایک گرجا تھا جو ایک مسلمان خاندان بنو نصر کی جاگیر میں آ گیا تھا - جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو عیسائیوں نے اس کی واپسی کے متعلق آپ کے پاس دعوےٰ پیش کیا - آپ نے تحقیق کے بعد عیسائیوں کا حق ثابت ہونے پر وہ گرجا اس خاندان سے لے کر عیسائیوں کو واپس دلا دیا - اسی سلسلے میں اپنے گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو - اگر ذمی بوڑھا ہو جائے اور اُس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس کا خرچ حکومت کے ذمہ ہوگا - اور اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اس کو حکم دو کہ وہ اس کا خرچ اپنے ذمہ لے -

خلیفہ ہونے سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے - وہ خود بیان کرتے تھے کہ جب مجھے عمدہ لباس، خوشبو اور عیش و آرام کی زندگی کا شوق پیدا ہوا تو میرا خیال ہے کہ جس ٹھاٹ کی زندگی میں نے گزاری ایسی کسی نے بھی بسر نہیں کی ہوگی - لیکن جیسے ہی وہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے - ان کی زندگی بالکل بدل گئی - نہ وہ شان و شوکت رہی اور نہ وہ ٹھاٹ - بلکہ وہ بہت سادہ زندگی بسر کرنے لگے - خلافت کے بعد انہوں نے دُنیا کے مال کو آخرت کی دولت سے کبھی زیادہ نہ سمجھا اور خلیفہ ہونے کے بعد بالکل فقیرانہ زندگی اختیار کر لی -

تاریخ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو اللہ نے ان کو بالکل نئے سانچے میں ڈھال دیا - اب وہ عدل و انصاف میں اپنے نانا حضرت عمر فاروقؓ جیسے تھے - زہد اور پرہیزگاری میں حضرت حسن بصریؒ سے ملتے جلتے تھے اور علم و فضل میں امام زہریؒ جیسے تھے - یونس بن شبیبؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کے بعد اس قدر دُبلے ہو گئے تھے کہ دُور سے بغیر ان کے جسم کو ہاتھ لگائے ہوئے ان کی ساری پسلیاں گنی جا سکتی تھیں -

وصیت نامے کے الفاظ

خاندان بنو اُمیہ کے لوگ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے انصاف کے طرزِ عمل سے سخت ناراض تھے - کیونکہ آپ نے ان کی جاگیریں جائدادیں اور تمام مال جو انہوں نے دوسروں کے زبردستی دبا رکھے تھے - وہ اس کے اصل مالکوں کو واپس کر دیئے تھے - اس بنا پر انہیں کے خاندان میں سے بعض بدبخت آپ کے دشمن ہو گئے - اور آپ کو زہر دے دیا - جب زہر کا اثر بڑھا اور زندگی کی اُمید نہ رہی تو آپ نے

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد ۳ | ۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۴

یہ صبر آزمائی کیوں؟

خدا کا شکر ہے کہ محکمہ رسل و رسائل کے ملازمین کی متوقع ہڑتال ٹل گئی۔ کیونکہ حکومت نے اس سلسلہ میں تنخواہ کمشن کے تقرر کا اعلان کر دیا اور ملازمین کے نمائندے اس اقدام پر مطمئن ہو گئے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہماری حکومت ادنےٰ ملازمین کے بارے میں اونچا سُنتی ہے اور اس کی بینائی بھی اس سلسلہ میں کمزور واقع ہوئی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مُلک میں بڑھتی ہوئی گرانی کے پیشِ نظر خود بخود حکومت ان ملازمین کی تنخواہوں اور دیگر مراعات کے بارے میں پیش قدمی کرتی۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ملازمین مختلف ذرائع سے داد فریاد کرتے ہیں۔ مُلکی پریس ارباب اختیار کی توجہ مبذول کراتا ہے۔ لیکن کسی کے کان پر جُوں تک نہیں رینگتی۔ ملازمین تنگ آ کر ہڑتال کا نوٹس دیتے ہیں اور پوسٹروں کے ذریعہ پبلک کو بھی مطلع کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ فیصلہ ہوتا ہے تو اُس دن جبکہ ملازمین ہڑتال شروع کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسے عقلمندی نہیں کہتے۔ آخر ملازمین غیر ملکی نہیں اسی مُلک کے باشندے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ اس مُلک کے حقیقی وارث ہیں۔ وہ اس اقلیتی گروہ سے زیادہ اس ملک پر حق رکھتے ہیں جو گروہ غیر ملکی حکومت کی بدترین یادگار کے طور پر اس ملک کے کروڑوں باشندوں کے سروں پر مسلط ہے۔ ملازمین سے یہ خطرناک تمسخر کیوں کیا جاتا ہے۔

صدر مملکت نے ایک حالیہ آرڈیننس کے مطابق ہڑتال کی روک تھام کے لئے رسل و رسائل کی سروسز کو ضروری قرار دے دیا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ مذکورہ ملازمتیں نہایت ضروری ہیں۔ لیکن ہم صدر محترم سے مؤدبانہ گزارش کریں گے۔ کہ ان کا آرڈیننس ہماری ناچیز رائے میں یکطرفہ اور متشدد اقدام ہے ہم انہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک مقولہ سنانا چاہتے ہیں کہ

مزدور خوشدل کند کار بیش

یعنی جب آپ پیٹ بھر کھانا مزدور کو دیں گے تو وہ ہڑتال کیوں کرے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ قوانین جائز مطالبوں کو دبا نہیں سکتے۔ جائز مطالبات آپ کو پُورے ہی کرنے ہونگے اگر آپ ایک مزدور کو نکال کر دوسرے کو رکھ لیتے ہیں تو کیا نئے ملازم کو روٹی کپڑے کی ضرورت نہ ہوگی؟ عقلمندی تو یہی ہے کہ پہلے ہی کے نان و نفقہ کی کفالت کی جائے۔ قومی حکومت کی دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ ایک یہ بھی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملازمین اور ان کے لواحقین کے لئے تین چیزوں کا خاطر خواہ انتظام کرے جو حکومت یہ نہیں کرتی وہ قومی حکومت کہلانے کی حقدار نہیں۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں :-

۱۔ روٹی اور کپڑا

۲۔ مکان

۳۔ لواحقین کی تعلیم

حکومت سے استدعا ہے کہ مزدوروں کے جائز مطالبات کو گوش ہوش سے سُن کر ان کو پُورا کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیا کرے۔

قومی اداروں اور غیر مستطیع حضرات کی امداد کا فنڈ :-

ہم نے ستمبر ۱۹۵۶ء کے شمارہ میں اس عنوان کے ماتحت اہل ثروت حضرات کو دعوتِ خیر دی تھی۔ لیکن ایک نوجوان دوست اور ایک بہن کے سوا کسی کو بھی ہماری دعوت پر لبیک کہنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اس کے باوجود بھی ہم علامہ اقبال مرحوم کی طرح نا اُمید نہ تھے ؂

نہیں ہوں نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

چنانچہ ہماری امید کے بر آنے کی ابتدا اللہ تعالےٰ نے یوں فرمائی کہ ۱۶ / اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ایک صاحب دل دوست کے ذریعہ ہمیں اس سلسلہ میں ۱۱۰ روپے عنایت فرمائے۔ ہمارے اس دوست نے مندرجہ ذیل شرائط پر بیس طلباء مدارس کے نام پرچہ جاری کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ان کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور باقی مسلمانوں کو دامے درمے ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے ان کی پیش کردہ شرائط حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مجوزہ خریدار کسی مدرسے کا طالب علم یا طالبہ علم ہو۔ اس کی عمر ۱۳ تا ۱۹ سال ہو

۲۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکے۔

۳۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی علیہ التحیہ والسلام کا سلیس ترجمہ پڑھ کر سمجھ سکے۔

۴۔ فریضہ نماز کی پابندی کی کوشش کرتا ہو۔

۵۔ لاہور۔ کراچی اور ڈھاکہ کے سوا کسی شہر قصبہ یا گاؤں میں رہائش پذیر ہو۔

۶۔ ان تمام کوائف کی تصدیق اپنے ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ مسٹرس سے کرائی جائے اور نصف چندہ 5/8/- بذریعہ منی آرڈر بھیجے ایسی درخواست کے ہمراہ ڈاکخانہ کی رسید منسلک کی جائے۔ ایسی مکمل درخواست خدام الدین کے دفتر میں موصول ہونے پر رسالہ سال بھر کے لئے جاری کر دیا جائے گا۔ اور دفتر اپنے حساب میں گیارہ روپے سالانہ چندہ درج کر لے گا۔

سُرخ نشان

اگر آپ کے نام اور پتہ کی چٹ پر سُرخ نشان ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ مزید چندہ بھجوا دیں ورنہ وی پی آ جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور
۳۰ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ
۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

خطبۂ یوم الجمعۃ

من مکۃ المکرمۃ
۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ
۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عبرتناک خواب

جس میں مجرموں کی عبرتناک سزائیں دکھائی گئی ہیں

تمہید

اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔ یعنی در اصل اچھے خواب انبیاء علیہم السلام کو دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے متبعین میں سے جس شخص کی فطرت میں صلاحیت یعنی نیکی کا مادہ بہت زیادہ پایا جائے اس کو بعض اوقات اچھے خواب آتے ہیں۔ اچھا خواب وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف نہ ہو۔

ثبوت اوّل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبوت (کے خصائص) میں سے فقط مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے عرض کی اور مبشرات کیا چیز ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھے خواب ہیں۔

ثبوت دوم

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبرتناک خواب

اس خواب کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے عرض کیا جائیگا۔

پہلا:۔

آپ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے:۔

عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْہِہٖ فَقَالَ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَۃَ رُؤْیَا قَالَ فَاِنْ رَّاٰی اَحَدٌ قَصَّہَا فَیَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰہُ فَسَاَلَنَا یَوْمًا فَقَالَ ہَلْ رَاٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ رُؤْیَا قُلْنَا لَا۔

ترجمہ۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے۔ پھر فرماتے۔ آج کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ پھر اس کے متعلق اللہ کو جو منظور ہوتا۔ آپؐ فرما دیتے۔ پھر ایک دن ہم سے سوال کیا۔ تب فرمایا۔ کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کی نہیں۔

دوسرا

قَالَ لٰکِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخَذَا بِیَدِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلَی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَّ رَجُلٌ قَائِمٌ بِیَدِہٖ کَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُدْخِلُہٗ فِیْ شِدْقِہٖ فَیَشُقُّہٗ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاہُ ثُمَّ یَفْعَلُ بِشِدْقِہِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَیَلْتَئِمُ شِدْقُہٗ ہٰذَا فَیَعُوْدُ فَیَصْنَعُ مِثْلَہٗ قُلْتُ مَا ہٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا۔

ترجمہ:۔ آپؐ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے۔ پھر ان دونوں نے میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ پس ناگہاں ایک شخص بیٹھنے والا تھا اور ایک شخص کھڑا ہونے والا تھا۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا کنڈا تھا۔ اس کنڈے کو اس کی باچھ میں داخل کرتا ہے۔ پھر اسے چیرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی گدی تک جا پہنچتا ہے۔ پھر اس کی دوسری گدی کے ساتھ یہی کرتا ہے اتنے میں پہلی باچھ ٹھیک ہو جاتی ہے پھر دوبارہ اس کی پہلی باچھ کے ساتھ یہی کرتا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا آگے چلئے پھر ہم آگے چلے۔

تیسرا

حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰی قَفَاہُ وَ رَجُلٍ قَائِمٍ عَلٰی رَاْسِہٖ بِفِہْرٍ اَوْ صَخْرَۃٍ یَشْدَخُ بِہٖ رَاْسَہٗ فَاِذَا ضَرَبَہٗ تَدَہْدَہَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَیْہِ لِیَاْخُذَہٗ فَلَا یَرْجِعُ اِلٰی ہٰذَا حَتّٰی یَلْتَئِمَ رَاْسُہٗ وَ عَادَ رَاْسُہٗ کَمَا کَانَ فَعَادَ اِلَیْہِ فَضَرَبَہٗ فَقُلْتُ مَا ہٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے شخص پر آئے جو اپنی گدی کے بل لیٹنے والا تھا۔ اور ایک شخص اس کے سر پر پتھر لے کر کھڑا ہونے والا ہے۔ وہ پتھر اس کے سر پر مار کر اسے توڑ دیتا ہے پھر جس وقت اس کے سر پر مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے۔ پھر وہ مارنے والا اس کو اٹھانے کے لئے جاتا ہے۔ پھر وہ شخص ابھی لوٹ کر آنے نہیں پاتا کہ اس آدمی کا سر ٹھیک ہو جاتا ہے اور اس کا سر ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تھا۔ پھر وہ شخص اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ پھر اس کے سر پر مارتا ہے۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا آگے چلئے۔ پھر ہم آگے چلے۔

چوتھا

حَتّٰی اَتَیْنَا اِلٰی ثَقْبٍ مِّثْلَ التَّنُّوْرِ اَعْلَاہُ ضَیِّقٌ وَّ اَسْفَلُہٗ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَہٗ نَارًا فَاِذَا ارْتَفَعَتْ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰی کَادَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْہَا وَ اِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِیْہَا وَ فِیْہَا رِجَالٌ وَّ نِسَاءٌ عُرَاۃٌ فَقُلْتُ مَا ہٰذَا

فَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا۔

ترجمہ:- یہاں تک کہ ہم ایک ایسے سوراخ پر آ گئے جو تنور کی طرح تھا۔ اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور اس کا نیچے کا حصہ کشادہ تھا۔ اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔ پھر جب وہ آگ بھڑکتی تھی۔ تو وہ اوپر آ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ اس سے باہر نکل جائیں اور جب وہ بھڑکنے سے رہ جاتی تھی پھر اس میں پیچھے چلے جاتے تھے۔ اور اس آگ میں مرد اور عورتیں ننگے تھے۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے۔

پانچواں

حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰی وَسَطِ النَّهَرِ وَعَلٰی شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهَرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْهِ فَرَدَّهٗ حَیْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا

ترجمہ:- یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آ گئے جس میں ایک شخص نہر کے درمیان میں کھڑا ہونے والا تھا۔ اور ایک شخص نہر کے کنارے پر کھڑا ہونے والا تھا۔ جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ شخص آتا ہے۔ جو نہر میں ہے۔ پھر جس وقت وہ شخص نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ شخص اس کے منہ میں ایک پتھر مارتا ہے پھر اسے وہیں لوٹا دیتا ہے۔ جہاں وہ تھا۔ پھر جب کبھی وہ نکلنا چاہتا ہے۔ تو اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے۔ پھر وہ لوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ تھا۔ یعنی وہیں جا پہنچتا ہے۔ جہاں وہ پہلے تھا۔ پھر میں نے کہا یہ کیا ہے ان دونوں نے کہا چلئے۔ پھر ہم چلے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے ان پانچوں شخصوں کی تعبیریں

پہلا شخص جھوٹ بولنے والا تھا۔

قُلْتُ لَهُمَا اِنَّكُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِی اللَّیْلَةَ فَاَخْبِرَانِیْ عَمَّا رَاَیْتُ قَالَا نَعَمْ اَمَّا الرَّجُلُ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشَقُّ شِدْقُهٗ فَكَذَّابٌ یُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰی اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

پھر میں نے ان دونوں سے کہا بیشک تم دونوں نے آج رات مجھے پھرایا ہے۔ پھر مجھے بتلایئے جو کچھ میں نے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا۔ جس کی باچھیں چیری جا رہی تھیں۔ وہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا تھا۔ لوگوں کے سامنے جھوٹی باتیں کہتا تھا۔ پھر وہ باتیں اس کی طرف سے نقل کی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ بہت دور دور تک جا پہنچتی تھیں۔ اس کے ساتھ قیامت کے دن تک یہی سلوک کیا جائیگا۔ جو تم نے دیکھا ہے

عبرت

بعض آدمیوں کو مذاق کی بہت زیادہ عادت ہوتی ہے۔ ان کے مذاق سے چونکہ لوگ خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ان کے مذاق کی عادت یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ بعض اوقات محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے ایک جھوٹی بات بنا کر سنا دیتے ہیں۔ چونکہ وہ بات بظاہر بڑی خوش کن ہوتی ہے۔ اس کے دوست اسے آگے ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بات بہت دور دراز تک پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اطلاع پر یقین کرکے اس گناہ سے فوراً توبہ کر لینی چاہیئے

دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کا علم عطا فرمایا ہے۔ مگر نہ رات کو قرآن مجید پڑھتا ہے اور نہ دن میں اس پر عمل کرتا ہے

وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّیْلِ وَلَمْ یَعْمَلْ بِمَا فِیْهِ بِالنَّهَارِ یُفْعَلُ بِهٖ مَا رَاَیْتَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

ترجمہ:- اور وہ شخص جس کا سر توڑا جاتا ہے۔ پس وہ شخص ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا ہے رات کو اس کے پڑھنے سے سو جاتا ہے۔ (یعنی رات کو قرآن مجید نہیں پڑھتا) اور دن کو قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کرتا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے قیامت کے دن تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا۔

عبرت

وہ لوگ جنہیں قرآن مجید کے سمجھنے کی اللہ تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ ان لوگوں سے مراد فقط عربی دان رسمی علماء ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن مجید کے احکام کو جانتا ہے۔ خواہ اردو کی تفاسیر پڑھ کر یا کسی استاد سے قرآن مجید کا درس سن کر یا کسی [illegible] کا قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر یہ سب لوگ قرآن مجید سے جاننے والوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی قرآن مجید سے مذکورۃ الصدر بے اعتنائی کریگا تو مجرم ہوگا اور اسی سزا کا مستحق ہوگا۔ اللّٰھم [illegible]

تیسرے زانی مرد اور عورتیں تھیں

وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ

اور جو آپ نے سوراخ میں دیکھے تھے (جو تنور کی طرح تھا اور نیچے سے کشادہ اور اوپر سے تنگ تھا) پس وہ زانی ہیں۔

عبرت

جو مرد اور عورتیں اس گناہ میں مبتلا ہیں انہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کے متعلق جس عذاب کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ وہ بالکل صحیح اور یقینی چیز ہے۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ بدکار مردوں اور عورتوں کو آپ کا پیغام اسی لئے ترجمہ کرکے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے پائیں کہ اے اللہ ہمیں تو اس عذاب کا علم نہیں تھا۔ اس لئے اس میں مبتلا رہے۔

ایک نیک مشورہ

جن لوگوں کے متعلقین اس گناہ میں مبتلا ہوں۔ مثلاً کسی کا بھائی یا بہن یا چچا یا تایا وغیرہ اور ان لوگوں کو زبان سے کہنے کی جرأت نہ ہو یا یہ خطرہ ہو کہ اگر کہا گیا۔ تو آگ بگولہ ہو کر لڑنے لگ جائیں گے۔ اپنے بھائیوں کو نیک مشورہ دیتا ہوں کہ "خدام الدین" کا وہ پرچہ خرید لیں۔ جس میں یہ مضمون طبع ہو۔ ان سطور پر سرخ نشان لگا دیں اور ٹائیٹل پیج پر سرخی سے لکھ دیں کہ فلاں صفحہ ملاحظہ ہو۔ یہ لکھ کر پرچہ بذریعہ ڈاک ان کے ہاں بھیج دیں۔ شاید انہیں عبرت حاصل ہو ہی جائے اور دوزخ سے بچ جائیں۔

چوتھا سود خوار تھا۔

وَالَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّهَرِ آكِلُ الرِّبٰوا

اور جس شخص کو آپ نے

نہر میں دیکھا تھا۔ وہ سود خوار تھا۔ کہ جب وہ نہر سے نکلنا چاہتا ہے۔ تو نہر کے کنارے پر جو شخص کھڑا ہے وہ اس کے منہ میں پتھر مارتا ہے۔ پھر ہٹ کر جہاں سے آیا تھا۔ وہیں جا پہنچتا ہے۔

عبرت

سود خواروں اور جن لوگوں کی طبیعت سود خواری کی طرف للچاتی ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ اسلام میں سود حرام نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کے سوا قومیں پنپ نہیں سکتیں۔ انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ خواب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ فرضی چیز نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ اور حقیقت ہے۔

یہ دو شخص کون تھے

جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سیر کرائی تھی۔ انہوں نے آپؐ سے عرض کی۔ "انا جبرئیل و ھذا میکائیل"

ترجمہ :- میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہے احکام اسلامی سے واقفیت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو اس کا علم ہے۔ کہ ملائکہ عظام (فرشتوں) میں سے چار فرشتے سب سے بلند مرتبہ رکھنے والے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرؤیا کی فصل اول سے یہ حدیث ملخص کر کے پیش کی گئی ہے۔

مجلس ذکر

اہل و عیال کے متعلّق مرد کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں بہت سی خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک استغنا عن الخلق ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ مستغنی عن الخلق ہے۔ اُسی طرح وہ شخص جس کے ہر رگ و پے میں اللہ کا نام سرائت کر جائے مستغنی عن الخلق ہو جاتا ہے۔ وحدت کی طرف جذب اور کثرت سے متنفر ہوتا ہے۔ پہلے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر گپیں ہانکنے میں مزہ محسوس کرتا تھا۔ اب تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا پسند کرتا ہے۔ جب یہ حالت ہوگی۔ تو ذاکر خود بخود گناہوں سے بچے گا۔ کیونکہ گناہ کثرت میں جانے سے ہوتے ہیں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے جب لوگوں کے ساتھ اختلاط نہیں رہیگا تو چغلی۔ بدگوئی۔ بد زبانی اور بدنگاہی وغیرہ جملہ گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام کثرت سے بھاگتے ہیں اور وحدت کی طرف آتے ہیں۔ اُن کا دل چاہتا ہے۔ کہ آبادی سے دُور جنگل بسیرا۔ آسمان تلے فرشِ زمیں پہ ڈیرا ہو وہ غافلین کی مجلس میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔

اس دین میں جیسے مردوں کا حصّہ ہے۔ ویسے ہی عورتوں کا حصہ بھی ہے۔ عورتیں فقط گھر کی لونڈیاں ہی نہیں کہ کھانا پکائیں۔ کپڑے دھوئیں بستر بچھائیں۔ بچے جنیں اور انہیں پرورش کریں۔ بلکہ جیسے تم جہنم سے بچنے کی تدبیر کرتے ہو۔ اُن کو بھی جہنم سے بچنے کی تدبیر سمجھاؤ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ الاٰیۃ

(سورۃ التحریم ع ۱۔ پ ۲۸) **ترجمہ**۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

قُوْٓا امر کا صیغہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنے بال بچّوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے کوئی تدبیر کرو۔ اگر ایک شخص کی بیوی اور بچے کسی جسمانی مرض میں مبتلا ہوں اور وہ نہ ان کو ڈاکٹر یا حکیم کے پاس لے جائے اور نہ ڈاکٹر یا حکیم کو اُن کے پاس لائے تو یہی کہا جائے گا۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں پر ظلم کر رہا ہے روحانی امراض کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ایک شخص کی بیوی اور بچے رُوحانی امراض میں مبتلا ہوں اور وہ نہ اُن کو معالج روحانی کے پاس لے جائے اور نہ معالج رُوحانی کو اُن کے پاس لے آئے تو یہی کہا جائے گا کہ وہ اس معاملہ میں ظالم ہے۔ اس کی تیسری ترکیب یہ ہے کہ وہ خود کسی معالج روحانی سے کتاب و سنت کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنے بیوی بچوں کی خود تربیّت کرے۔ میری بیوی درس اور جمعہ میں نہیں آتی۔ میں نے اس کو علیحدہ کرایہ پر مکان لے کر کتاب و سنت کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید نے جہاں نیک مردوں کی صفات گنائی ہیں۔ وہاں نیک عورتوں کی صفات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب ع ۵ پ ۲۲)

ترجمہ :- بے شک اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں اور فرمانبردار مردوں اور فرمانبردار عورتوں اور سچے

مردوں اور سچی عورتوں اور صبر کرنے والوں مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں اور عاجزی کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں اور خیرات کرنے والے مردوں اور خیرات کرنے والی عورتوں اور روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں اور پاک دامن مردوں اور پاک دامن عورتوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والوں مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ساتھ وہی صفتیں عورتوں کی بیان کی ہیں۔ یہ صفات عورتوں میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں بعض ایسی عورتوں کو جانتا ہوں۔ جو ذکر کی برکت سے مستغنی عن الخلق تھیں۔ کثرت سے ان کو نفرت تھی اور وحدت سے محبت۔ لاہور میں بعض ایسی عورتیں ہیں۔ جنہوں نے ذکر شروع کیا اور مجھے کہنے لگیں۔ کہ دل چاہتا ہے کہ ان آبادیوں سے نکل جائیں اور جنگل میں جا کر رہیں۔ میں نے ان کا حکماً ذکر بند کرا دیا عورتیں چونکہ زیادہ نازک مزاج ہوتی ہیں۔ اس لیئے وہ ذکر کا اثر جلدی قبول کرتی ہیں۔ جیسے ٹین میں اگر ایک انگارہ بھی رکھیں تو وہ فوراً گرم ہو جاتا ہے۔ اور اگر لوہے کی کڑاہی میں انگارہ رکھیں تو وہ دیر سے گرم ہوگی۔

جس طرح اللہ والوں کے ہاں مرد آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لیئے وہاں آجاتی ہیں۔ میرے پڑدادا پیرؒ کے ہاں ایک ذاکرہ عورت تھی۔ وہ نکاح نہیں کرتی تھی۔ حضرتؒ نے حکماً اس کا نکاح کرا دیا۔ حضرتؒ کے حکم کا جب اُسے علم ہوا تو اُس نے عرض کی کہ میں اُس سے نکاح کروں گی جو جھوٹ نہ بولے۔ ایک شخص سے اس کا نکاح ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو ایک بچہ عطا فرمایا۔ ایک دن باپ بچے کو کھلا رہا تھا اور ماں پانی لینے کے لیے کنوئیں پر جا رہی تھی۔ بچہ روتا تھا۔ باپ نے بچہ کو کہا کہ چپ کر وہ تمہاری ماں آتی ہے۔ حالانکہ وہ جا رہی تھی۔ عورت نے جب یہ سنا تو اس خاوند سے کہا۔ کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔ اب میرا اور تیرا نکاح نہیں رہا۔ کیونکہ شرط یہ تھی کہ آپ جھوٹ نہیں بولیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔ (ترجمہ۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماتحت جس طرح مردوں کے لیئے اتنا علم دین حاصل کرنا ضروری ہے کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکیں۔ اسی طرح عورتوں کے لیئے بھی ضروری ہے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ذکر الٰہی کرنے اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچنے کی تدبیر سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اله العالمین۔

ضروری اِعلان

اکثر احباب حضرتِ اقدس کی واپسی اور صحت کے متعلق ہم سے استفسار کرتے رہتے ہیں۔ سب کو فرداً فرداً اطلاع دینا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اس لئے اس اعلان کے ذریعے سب احباب کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مع متعلقین بخیر و عافیت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں۔ واپسی کے متعلق حضرت نے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں دی۔ غالباً نومبر کے وسط تک واپس تشریف لائیں گے۔ اگر وقت پر اطلاع مل گئی تو انشاءاللہ شائع کر دی جائے گی۔ ورنہ ہمیں معذور سمجھا جائے۔

دعوتِ عمل

از سیّد عبد المنان شاہد

یہ صدائیں یہ احتجاجِ فضول — آؤ کچھ کام کر کے دکھلائیں

زندگی کی اُداس راہوں میں — نغمہ و رنگ و نور برسائیں

جوشِ سعیِ عمل کی حدّت سے — نوجوانوں کا خون گرمائیں

ڈگمگائی ہوئی جوانی کو — جادۂ مستقیم پر لائیں

رسمِ کہنہ کی یاد تازہ کریں — ظلم کی قوتوں سے ٹکرائیں

ہفت افلاک کی بلندی پر — علم دین پاک لہرائیں

ایک جان بخش زمزمہ بن کر

سارے عالم پہ آؤ چھا جائیں

تہذیب اور مذہب

جناب مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

سلبِ آزادی ہے اِک فاسد خیال   کیونکہ آزادی ہے باطل اور محال
خلقۃً ہر آدمی ہے پائے بند   بلکہ قدرۃً پائے بندی ارجمند
طول و عرض اور جملہ اوصاف و قوی   سب کی پابندی ہے جکڑا ہوا
حد سے آگے دیکھ سن پاتا نہیں   مقدرت سے آگے یہ جاتا نہیں
کھانا پینا دوڑنا چلنا تمام   حد پہ رک جاتا ہے آ کر سارا کام
لکھنا پڑھنا جاننا کرنا کلام   ایک حد پر سب کی ہے ترکی تمام
ذہن و عقل و حافظہ فہم و ذکا   حد سے آگے سارے ہیں بے دست و پا
بلکہ ہر ہر حال کی ہے ایک حد   جس سے آگے عزم ہو جاتا ہے رد
سلب ہو جاتا ہے آگے اختیار   جبرِ فطرت کا ہے ہر انساں شکار
کس قدر پابند اور محصور ہے   پھر بھی کیا آزاد یہ مجبور ہے
اس کی آزادی ہے شاید اس کا نام   جیسے گولر میں ہے بھنگے کا قیام
حد سے آگے آدمی لاچار ہے   لیکن اندر حد کے خود مختار ہے
ان حدوں میں ہیں جو پھر آزادیاں   وہ بلا آئین ہیں بربادیاں
ان کی آزادی سے ہوں گے ہم تباہ   بلکہ ہو جائے گا کُل عالم تباہ
جب غصہ آزاد ہوگا روز و شب   ہر کس و ناکس پہ ڈھا دے گا غضب
جب زباں آزاد رکھی جائے گی   خوب سب پر گالیاں برسائیگی
ہاتھ جب آزاد چھوڑا جائے گا   قتل و غارت ہر طرف چھا جائیگا
کھانے پینے میں جو سب آزاد ہوں   مال و دولت سب کے پھر برباد ہوں
یعنی کھا جاؤں میں اس کا وہ مرا   سب دوکانوں پر بھی ہو یہ ماجرا
ایسے ہی سب قوتیں سب خواہشات   اور سب حالات اور سارے صفات
بے طرح آزاد ہو جائیں اگر   سارا عالم ان سے ہو زیر و زبر
ان پہ لازم ہے کہ ہوں پابندیاں   خیر و شر کی صاف ہوں حد بندیاں
اس کا ہر قانون حق اور واقعی   جو بتلائے گا خدا ہوگا وُہی
صاف ہو سکتا نہیں مذہب بغیر   ان کا ہر آئین شر آئین خیر
سلبِ آزادی کا ہے تہذیب نام   ہے ادب پابندیاں بالکل تمام
ورنہ جو آزاد رکھے سب قوی   آدمی سے جانور وحشی ہوا
اب غلامی عقلِ انسانی کی ہو   یا کسی آئینِ رحمانی کی ہو
بندے ہم جس کے ہیں اس کے ہیں غلام   مرنا جینا اس کا پابندِ نظام

زندگی کا مقصود

آدمی پیدا ہوا ہے کس لئے   کام کیا دنیا میں کرنا ہے اسے
کیا یہ کھانا پینا سونا جاگنا   چلنا پھرنا دوڑ لینا بھاگنا
یہ بہیمی قوتیں یہ خواہشات   کیا یہی ہے اسکی ساری کائنات
جانور کی طرح کھا پی سو رہے   پھر جو کچھ ہونا ہے خود وہ ہو رہے
عہدیوں کی طرح عیش آرام ہو   پیٹ سے آگے نہ کوئی کام ہو
عقل و دانائی دماغ و قلب و ذہن   پیٹ کی منزل میں کر دے سب کو رہن
کیا بس اتنا ہی ہے اس کا کل کمال   صرف تحصیلِ غذا تحصیلِ مال
زندگی یہ بھی ہے کوئی زندگی   آدمی اور جانور کی زندگی
نعمتِ عظمےٰ ہے بیشک زندگی   جبکہ ہر ہر جزء میں ہو تابندگی
ورنہ جو تاریک ہوتی ہے حیات   درحقیقت وہ ہے مردہ کی حیات
زندگی کو اپنی جو دے گا جلا   اپنے قلب و روح کو دے گا جلا
زندگی کا لمحہ لمحہ پاک ہو   موت ہے جو زندگی ناپاک ہو
زندگی کے پاک کرنے کے اصول   ہوگا ان کا مذہبیت سے حصول
واقفیت غیر کو حاصل نہیں   کوئی تہذیب اس لئے کامل نہیں
فرض پھر خالق کا کیا کوئی نہیں   سامنے کیا مرحلہ کوئی نہیں
آدمی کیا لغو ہے بیکار ہے   یا کسی منصب کا ذمہ دار ہے
اَحسَنِ التقویم اسے حاصل ہوئی   وضع ہر مخلوق سے کامل ملی
اس کی صورت شکل ہیئت بات چیت   لے گئی ہر شئے سے جب میدان جیت
اس کو ہونا سب سے بالا چاہیئے   اس کو منصب بھی نرالا چاہیئے
ہے عبادت اس کا فرضِ منصبی   جس کی ہے تشریح طرزِ مذہبی
جس کو ایسی برتری محسوس ہے   مذہب حق سے وہ خود مانوس ہے

معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا احمد صاحب ایم اے۔ فاضل دیوبند لکھنؤ

قسط نمبر ۲

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اسے اس غلط فہمی میں پڑا رہنا گوارا نہ کیا اور حسب وعدہ اسے صراط مستقیم پر چلانے کے لئے بیشمار انبیاءؑ بھیجے لیکن انسانوں نے الا ماشاء اللہ کفران نعمت کرکے ان بے نفس اور بے غرض محسنوں کی قدر نہ کی اور ان کو آزار پہنچایا اور ساحر و مجنون کہا۔ کسی کو جلا وطن کیا۔ کسی کو آگ میں ڈالا۔ کسی کو سنگسار کسی کو قتل کیا۔ کسی کو آرے سے چیرا اور ان مظالم کی پاداش میں خود عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (سورہ یٰس رکوع ۲ پ ۲۲)

ترجمہ (بندوں کی حالت افسوسناک ہے۔ ان کے پاس جو رسول بھی آتا ہے۔ اس کا مذاق اڑاتے ہیں)

لیکن یہ اللہ کے بندے ہر قسم کے مصائب برداشت کرتے ہوئے تبلیغ کا فرض انجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ بھی بار بار ہر گمراہی کے بعد کسی ہادی کو مبعوث کرتا رہا۔

نور و ظلمت اور خیر و شر کی جنگ آدمؑ کے وقت سے جاری تھی۔ آدمؑ سے شیطان کا۔ ابراہیمؑ سے نمرود کا۔ موسیٰؑ سے فرعون کا۔ مسیحؑ سے یہود کا مقابلہ ہوا۔ لیکن اب سے چودہ سو برس قبل اس نے عالمگیر حیثیت اختیار کر لی۔ جس کی نظیر تاریخ عالم میں ... [illegible] کا مسجود اور کائنات کا حکمران بنایا گیا تھا۔ جہالت کا پتلا بن گیا تھا۔ اور "احسن تقویم" کے آسمان سے اسفل سافلین کے غار میں گر کر قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رہا تھا۔ کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں افق عالم کو گھیرے ہوئے تھیں۔ ضلالت و خباثت کی آندھیاں ہر چہار طرف سے اٹھ رہی تھیں۔ [illegible] کا سیلاب [illegible] سے موجزن تھا۔ [illegible] انسانیت اور اخلاق کو نفس و شیطان کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ تمام [illegible] کے [illegible]

فتنہ و فساد کی باد سموم نے تہذیب و تمدن کے چمن برباد کر دیئے تھے۔ صداقت رخصت ہو چکی تھی۔ باطل کا دور دورہ تھا۔ نیکی پر بدی غالب آ رہی تھی۔ خدا کے سوا ہر چیز معبود تھی۔ کعبہ جسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ نے توحید کا مرکز قرار دیا تھا۔ اب شرک کا گہوارہ تھا۔ جس میں ایک دو نہیں پورے تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ آتشکدے روشن تھے۔ عبادت خانے بے حیائی اور فحاشی کے اڈے تھے۔ عورتوں اور غلاموں کی قیمت گھاس پھونس سے زیادہ نہ تھی۔ دختر کشی۔ رہزنی۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ دشنام طرازی پر فخر کیا جاتا تھا۔ انسان جو مظہر صفات الٰہی بننے کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور میدان علم میں ملائکہ سے بھی گوئے سبقت لے گیا تھا۔ اب جہالت کا مجسمہ تھا اور صراط مستقیم سے بھٹک کر رحمان کی بجائے شیطان کی طرف دوڑ رہا تھا۔ اور کوئی طاقت اسے اس حالت سے نکالنے والی نہیں تھی۔ اس وقت اگر حضرات انبیاء [illegible] کیونکہ ان کا عہد گزر چکا تھا۔ تمام انبیاء سابقین کی طرح ان کی شریعتیں بھی وقتی تھیں اور ایک خاتم اور جامع اور عالمگیر نبی کی بعثت کی بشارت دے کر ڈوبتے ہوئے تاروں کی مانند ہو چکی تھیں۔ [illegible] ختم ہو چکا تھا۔ آفتاب [illegible] سے پیدا ہونے والا تھا۔ اور کائنات اس موعود کے دیدار کے انتظار میں [illegible] تھی۔ خصوصاً کوہ فاران حیران تھا۔ [illegible]

صادق و امین۔ [illegible]۔ سید المرسلین۔ رحمۃ للعالمین۔ خاتم النبیین۔ شفیع المذنبین۔ معلم الاولین والآخرین محمد رسول اللہ کی شمع لئے ہوئے اس ظلمتکدہ کو روشن کرنے کے لئے مبعوث ہوا۔ [illegible] استقبال کیا۔ حق کا غلغلہ بلند ہوا۔ باطل سرنگوں ہوا۔ آتشکدوں اور بت خانوں میں زلزلہ آ گیا۔ جھوٹے معبود نابود ہو گئے۔ ملائکہ سر بسجود ہو گئے۔ جنت کے دروازے کھل گئے۔ دوزخ کے دروازے بند ہو گئے۔ توحید و تکبیر کے نعروں سے زمین و آسمان گونجنے لگے۔

سید الانبیاءؐ نے بنی آدم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے نادان انسان تو اشرف المخلوقات ہو کر ارذل المخلوقات یعنی جمادات تک کے سامنے جھک رہا ہے۔ حالانکہ خدا نے تجھے تیرے علم کی وجہ سے اتنا اونچا کیا تھا۔ کہ ملائکہ بھی تیرے مطیع تھے۔ اب تو ملائکہ کو بھی خدا کی اولاد سمجھ کر پوج رہا ہے۔ خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا تھا۔ لیکن تو کفر و شرک جہل اور توہم کی زنجیر میں اسیر ہے۔ خدا نے مجھے تیرا معلم بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تجھے علم کے ذریعہ سے تیرے کھوئے ہوئے منصب پر بحال کروں اور اس کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلا کر تیرے رب سے ملا دوں۔ جس کی ربوبیت کا اقرار کرکے تو دنیا میں آیا تھا۔ [illegible]

اب [illegible] معرکہ شروع ہوا۔ آپؐ کی قوم قریش نے طیش میں آ کر آپؐ پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے۔ لیکن آپؐ پہاڑ سے زیادہ [illegible] کے ساتھ باطل کے سامنے سینہ سپر رہے۔ تمام طاغوتی طاقتیں اس شمع صداقت کے بجھانے میں مصروف ہو رہی تھیں۔ اور آپؐ اپنے اخلاق عالیہ سے [illegible] کو ساحر و مجنون کہا گیا۔ گالیاں دی [illegible]

آندھیاں شجر اسلام کی بیخکنی نہ کر سکیں۔ نورِ خدا کفر کی حرکت پر خندہ زن تھا۔ اور زبانِ غیب ترجمان سے اعلان ہو رہا تھا۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورۃ الصف ع ۱ پ ۲۸) (یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو کامل کرے گا۔ اگرچہ کفار کو ناگوار ہو)

چنانچہ تمام اہل ضلالت کی پھونکیں اس چراغ ہدایت کو گل نہ کر سکیں۔ ایمان کے نور نے کفر کی ظلمت کو کافور کر دیا۔ للہیت شیطنت پر غالب آ گئی۔ علم و عرفان نے جہل و عصیان کو شکست دی۔ حق نے باطل کو زیر کیا۔ توحید نے مسند بچھائی۔ شرک نے بستر سمیٹا۔ بتوں نے منہ چھپایا۔ اسلام منصۂ شہود پر آیا۔ سراج منیر کی کرنوں سے کائنات کا کونا کونا جگمگانے لگا۔ اسلام کا پودا اصلها ثابت و فرعها فی السماء (سورہ ابراہیم۔ رکوع ۴ پ ۱۳) کا مصداق بن گیا۔ انسانوں کی کایا پلٹ گئی۔ رحمۃ للعالمین نے ان کو فرشِ ذلت سے اٹھا کر عرشِ عزت پر بٹھا دیا۔ مشرک کو موحد۔ کافر کو مسلم۔ مخلوق پرست کو خدا پرست۔ بت پرست کو بت شکن۔ رہزن کو رہنما۔ جاہل کو عالم خونخوار کو غم خوار۔ ذلیل کو عزیز۔ محکوم کو حاکم اور غلام کو آقا بنا دیا۔ جو دنیا میں سب سے زیادہ فاسق و فاجر تھے۔ تہذیب و اخلاق میں دنیا کے معلم بن گئے اور "امۃ وسطٰ" اور "خیر امۃ" قرار دیئے گئے جو سب سے زیادہ وحشی تھے۔ سب سے زیادہ متمدن بن گئے اور انھوں نے روحانی قوت سے آدھی دنیا کو فتح کر کے متمدن بنا دیا اور قیصر و کسریٰ کے مارِ استعمار کو مار ڈالا۔ جہالت کے مجسموں نے علم کے علم بردار بن کر مشرق سے مغرب تک علم کی شمعیں روشن کر دیں اور ہر قسم کے تشنگانِ علم کی پیاس بجھائی جو سب سے زیادہ جنگ جو تھے صلح و امن کے داعی بن گئے۔ عورتوں اور غلاموں پر انسانیت سوز مظالم کرنے والے ان کے حقوق کے سب سے بڑے حامی بن گئے۔ حسب نسب زبان اور وطن پر فخر کرنے والے مساوات کے مبلغ بن گئے جو سب سے زیادہ گمراہ تھے۔ انہوں نے آسمان ہدایت کے آفتاب و ماہتاب و نجوم بن کر مخلوق کو صراط مستقیم دکھائی اور اس کے دلوں میں حب الٰہی کی حرارت پیدا کی اور خالق سے اس کا رشتہ جوڑ دیا۔ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور کبھی کسی مقصد کے لئے متحد نہیں ہوئے تھے۔ دین کی بنیاد پر ایک قوم بلکہ بھائی بھائی بن گئے۔ غفلت شعار انسان بیدار ہو گیا۔ باد بہار نے ریگزار کو گلزار بنا دیا۔ کعبہ جو شرک کا گہوارہ تھا۔ توحید کا سرچشمہ بن گیا۔ روحانیت و سعادت کے فرشتوں نے نفسانیت و شقاوت کے شیطانوں کو ہزیمت دی۔ کائنات کی فضا بدل گئی اور نئے آسمان و زمین وجود میں آئے۔ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ط اور "أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا" کے نظارے چشم فلک نے دیکھ لئے۔ خلافت الٰہیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ جس کے لئے آدمؑ پیدا کیا گیا تھا۔ ایک انسان نے تنہا اپنی روحانیت اور اخلاق سے یہ عظیم الشان اور عدیم المثال انقلاب پیدا کیا جو پوری قومیں صدیوں میں بھی پیدا نہ کر سکیں۔ غیر مسلم مورخین نے بھی بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ اسلام کا ظہور ایک ہمہ گیر اور بے نظیر انقلاب تھا۔ واشنگٹن ارونگ اور ویلنسٹین وغیرہا نے تعجب سے لکھا ہے کہ چرواہوں کی قوم دفعۃً کیونکر دنیا کے ایک بڑے حصہ کی فرمانروا بن گئی۔ ڈاکٹر ونسنٹ اے اسمتھ کے یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں۔

اسلام کا بہت سے چھپنا اور اس کے متبعین کا یک بیک ڈرامائی انداز میں با اقتدار حکمران بننا تاریخ کے عجائب بلکہ معجزات میں ہے۔ ان حیرت انگیز واقعات کا کوئی بدیہی اور صریح سبب بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تاریخ میں اور بھی بہت سے اعجوبے مذکور ہیں اور ہم کو اس اعتراف کے سوا چارہ نہیں کہ حال کی طرح ماضی کے بہت سے امور انسان کی فہم سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بانیٔ اسلام کی وفات کے بعد ان کے خلفاء کو روم اور ایران کی زبردست سلطنتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ کوئی طاقت صحرانشین عربوں کے بے پناہ جوش کی تاب نہ لا سکی اور ان کے حملوں سے قدیم تخت اوندھے اور پاش پاش ہو گئے۔ اسی برس کی قلیل مدت میں ان کے متبعین ترکستان اور سندھ سے ہسپانیہ تک کے مالک بن گئے۔

(آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا ص ۱۷۱)

کسی غیر متمدن قوم کا اچانک انتہائی پستی سے اٹھ کر تہذیب و تمدن کے اوجِ رفعت پر پہنچ جانا قانونِ ارتقا کے خلاف ہے۔ تاریخ عالم اس کی دوسری مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ دنیا کی دوسری قوموں کو صدیوں میں بھی اتنا عروج نصیب نہیں ہوا۔ میں نے ڈاکٹر پرماتما سرن (سابق پروفیسر تاریخ میرٹھ کالج حال بنارس ہندو یونیورسٹی) سے درس میں سنا کہ "اسلام کا ظہور ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہنوز حل نہیں ہو سکا ہے"۔

ہر نبیؑ صرف اپنی قوم کا معلم اخلاق بن کر آیا۔ اور اس کا زمانہ تعلیم بھی محدود تھا۔ جب ایک نبیؑ کا زمانہ گزر گیا تو دوسرا نبیؑ مبعوث ہوا۔ اس لئے ان کی شریعتوں اور کتابوں کی حفاظت نہیں کی گئی۔ لیکن پیغمبر اسلامؐ قیامت تک کے لئے تمام عالم کے معلم کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ اس لئے آپؐ کو عالمگیر تعلیم دی گئی۔ جس کے کامل ہونے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کیا۔ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (سورۃ المائدہ رکوع ۱ پ ۶) (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا۔) اور اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورۃ الحجر رکوع ۱ پ ۱۴)۔ (بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اب اس میں نہ کسی ترمیم کی ضرورت ہے۔ نہ کسی اور معلم کی حاجت۔ ہر نبیؑ نے اخلاق کا درس دیا۔ لیکن اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا۔ اس مقصد کے لئے آخری نبیؐ کو بھیجا گیا۔ چنانچہ آپؐ ہی نے فرمایا۔ بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ (میں اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں) آپ نے تمام بھولے ہوئے سبق بھی یاد دلا دیئے۔ اب کوئی سبق باقی نہیں رہا۔ جسے پڑھانے کے لئے کوئی نبیؑ آئے۔ باقی باقی

اگر میں پاکستان کا وزیر اعظم ہوتا

از ماسٹر لال دین صاحب اختر بی اے۔

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ خدام الدین۔ مورخہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۵۷ء عیسوی

میں نے اس عنوان کی ابتدائی سطور میں اپنے "انتخاب" اور ملک کے دستور کے متعلق کچھ سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں میں نے آئین قرآنی کو باقی قوانین و اصول پر ترجیح دی ہے۔ تنگیٔ فرصت کی وجہ سے میں نے بالمقابل اصولوں کا موازنہ پیش نہیں کیا اور نہ ہی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ خادمان مصطفٰےؐ کو بڑے بڑے ادلہ و براہین سے اسلام کی خوبیوں کا قائل کرتا رہوں۔ کیونکہ اسلام کے نام لیواؤں کے متعلق مجھے یقین ہے کہ ان کی گردنیں ہر اُس دستور کے سامنے جھک جاتی ہیں جس کا تعلق ساقی کوثر کی عدالت رحمت بار سے ہو۔

لہذا بنظر اختصار میں کہے دیتا ہوں کہ میرے ملک میں اسلامی آئین مروج ہوتا اور اس کی برکت سے تمام شعبہ ہائے حکومت کا نقشہ یکسر بدل جاتا۔ تمام ملک کی آبادیاں یاد الٰہی سے معمور نظر آتیں اور سارے افراد ملت اخلاقی لحاظ سے عملی اسلام کا ایک نمونہ بن جاتے۔ تمام بستیوں میں ملک سیرت شب بیدار لوگ موجود ہوتے۔ اور ہر شام و سحر لاکھوں اذانوں سے زندہ کی جاتی۔ اور وہ اذانیں حقیقتاً روح بلالیؓ کا عکس لئے ہوئے ہوتیں۔

ملک میں اشاعت قرآن مجید اور ترویج سنت کے لئے سینکڑوں ادارے ہوتے۔ جن کی سرپرستی خود حکومت کرتی مساجد کے ساتھ اسلامی درسگاہوں کا انتظام ہوتا۔ ان جگہوں کے طلبہ فقط فقہ حدیث فلسفہ قدیم اور صرف و نحو کی گردانوں کو ہی اپنا طغرۂ علمی نہ سمجھتے بلکہ ان کو مکمل طور پر فوجی تربیت دے کر میدان جنگ کے لئے تیار کیا جاتا۔ سکولوں اور کالجوں میں ریاضیات، سائینس، تاریخ و جغرافیہ۔ علم نباتات السنہ مروجہ تعلیم کے علاوہ مکمل اسلامی تاریخ اور ارکان خمسہ کی پوری پوری واقفیت دلائی جاتی۔ بے معنی اور نسوانی ورزشوں کی بجائے رائفل سازی، بم سازی اور باقی ضروری مروجہ اسلحہ جات کا استعمال سکھایا جاتا۔ طلبہ شیشہ اور کنگھی کی بجائے شمشیر و سنان کے دلدادہ ہوتے اور کالجوں میں مجاہدین ملت اور فاتحان قوم کی پرورش ہوتی۔ سیکسپیر۔ ٹینی سن اور شیلے کے مداح نوجوان حضرت امام غزالیؒ مولانا رومؒ اور اقبال مرحوم کی خدمات پر ناز کرتے ہوئے نظر آتے اور اسلام کے آفتاب عالمتاب کا نصف النہار ان کو اپنی تابانیوں کا اس قدر شیدا بنا لیتا کہ اُن کی آنکھیں اغیار کے ذروں کی مصنوعی اور عارضی چمک سے کبھی بھی خیرہ نہ ہوتیں۔

چونکہ محکمہ نشر و اطلاعات کے ذریعے سے خاص و عام کے اذہان اور رجحان طبع کی پرورش ہوتی ہے۔ اس لئے میں پاک ریڈیو کے پروگرام پر فوری توجہ دیتا۔ وزیر نشریات کو ہدایت کی جاتی کہ وہ ریڈیو کی تمام مجالس میں تلاوت، درس قرآن مجید اور تازہ خبروں کے علاوہ ایسی تقاریر نشر کریں جو قوم میں مساوات اخوت باہمی۔ حریت فکر و عمل۔ اتحاد تنظیم بے باک شجاعت۔ جذبۂ خدمت خلق۔ صداقت۔ غربا پروری۔ اخلاقی اور اقتصادی خوشحالی۔ حسن معاملت اور خودداری کے سوئے ہوئے جذبات بیدار کر سکیں۔ ہاں ہاں۔ یاد رہے میرے ملک کے ریڈیو فحاشی کی ترویج۔ شہوت انگیز فرمائشی گیت اور باقی ہرقسم کے ریکارڈز جو نوجوان مرد و زن میں جنسی رغبت کا طوفان پیدا کریں ہرگز پیش نہ کرتے اور میں خدائے قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے عہد وزارت میں پاکستان کی دوشیزگان ہرگز ہرگز یہ تانیں بلند نہ کرتیں اور پاکستان کا بے پرواہ طبقہ اپنی حیا باختہ بہنوں کو یوں محو سرود نہ پاتا

ریشم دا لاچہ لک وے
نالے مُباتاں تے سجا سکا شے
جھٹی چلی اے مُربیاں دی سیل نوں
نہ گھور کے اڑیا تک وے
۲ بنڈ دیا نمبروارا وے پونڈاں آے ہیں لال گھگھرا
۳ آجا پیار کرلے۔ پیسہ ہنیوں کول تے ادھار کرلے

آگے ملاحظہ ہو
وے منشی خط لکھ دے تینوں دیوانگی تیج بنا سے

نوجوان دوشیزگان کی طرف سے اپنے یاران طریقت سے اظہار عشق و محبت ملاحظہ ہو۔

نی چٹھی اے سجناں دی اے۔
تینوں چُم چُم سینے نال لاواں۔ صدقڑے جاواں
نی میں آپ چٹھی بن جاواں۔ ماہی
دے ہتھ آواں۔ نی چٹھی سجناں دی اے

خیر میرا مفہوم مندرجہ بالا فرمائشی گیتوں کے چند اشعار سے بالکل واضح ہو گیا ہوگا۔ اور یہ چیز روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ موجودہ ریڈیو پروگرام ہمارے معاشرے میں لاتعداد قباحتوں کا ذمہ دار ہے۔

اگر میں وزیر اعظم ہوتا تو سینماؤں میں حسن و عشق کی رنگ رلیاں نہ ہوتیں میرے ملک کا شباب اور اس کے حسین ایام یوں شہوانی جذبات کی نظر نہ ہوتے بلکہ اُن کا کوئی صحیح مصرف تلاش کیا جاتا آج کل کی طرح مزدور سارا دن اس لئے مزدوری نہ کرتا کہ رات کو سینما کا شو دیکھے گا اور اسی طرح امیر طبقہ خیرات و صدقہ کو اپنے اوپر حرام نہ سمجھتا۔ کیونکہ وہ سینما گھر میں اعلےٰ درجہ کا ٹکٹ خریدیگا

میرے ملک کے صحافی حضرات موجودہ اہل قلم کی طرح سیاسی [illegible] اور مذہبی [illegible] جماعتوں کے اختلافات کو ہوا [illegible] کر [illegible] ان میں جوتی پیزار نہ کرتے [illegible] بلکہ ملک میں اتحاد اور اخوت کا عام چرچا ہوتا۔ دیہاتی لوگ الیکشن کی وجہ سے کشت و خون میں مبتلا نہ ہوتے۔ بلکہ ان میں صحیح قسم کی سیاسی بیداری پیدا کی جاتی۔

جہاں تک ملک و قوم کی اخلاقی اقدار کا تعلق ہے۔ میں ان کو بلند کرنے کے لئے شام و سحر دل و جان سے کوشاں رہتا۔ فحاشی کے اڈے تمام شہروں سے بیک جنبش قلم ختم کر دیئے جاتے۔ برہنہ رقاصی کا مکمل طور پر قلع قمع کر دیا جاتا اور جہاں ہمسایہ اقوام میں بے حیائی اور عریانی کی عادات دن بدن قومی شعار بن رہی ہیں۔ وہاں پاکستان میں عصمت و پاک دامنی کے معیار کو بہت بلند کیا جاتا۔ بدکردار

... دوسروں کو عبرتناک سزائیں دی جاتیں تو ملک میں بُردے کا رواج ہوتا۔ اور بیہودہ معاشرے میں حقیقی حیا سوز تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ ان کا مکمل طور پر قلع قمع کیا جاتا۔ شراب خوری کی لعنت جو سوشل زندگی میں تمام تر قباحتوں کی ذمہ دار ہے۔ فوراً ختم کر دی جاتی۔ شراب نوشی کے ظروف بر سر بازار توڑے جاتے پاکستان کی بدروؤں سے شراب بہتی ہوئی نظر آتی۔ اور آپ لوگ گمان کرتے کہ انما الخمر والمیسر الخ پر انسانوں کو عمل کرانے کے لئے ارض و سما آمادہ ہو چکے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی۔ جوا بازی۔ سود خواری اور سٹے بازی کو جن کا وجود ہماری اقتصادی حالت کے لئے ناسور سے بھی بدتر ہے۔ یکلم بدرجہ کمال نیست و نابود کیا جاتا۔ اور اس کی جگہ قوم میں انسانی مروت۔ فیاضانہ روش۔ قرض حسنہ امداد باہمی کی اسلامی تجاویز۔ غربا پروری۔ یتامیٰ نوازی اور باقی خیرات و حسنات کو لوگوں میں عام کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے جاتے پاکستان کے لوگ صحابہ کرامؓ کی پیروی کرتے ہوئے بذل و ایثار کے خوگر بن جاتے اور سرمایہ پرستی کی لعنت سے چھٹکارا پاتے اور ساری قوم سے چند دنوں میں قلاشی، دریوزہ گری، دغابازی اور بلیک مارکیٹ کا [illegible] دھبہ دور ہو جاتا۔

[illegible] سے زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے [illegible] بیت المال کا انتظام کیا جاتا اور اس سے وہاں کے شیخوں کی جھولی سے خلق خدا کو نجات ملتی۔ تجارت کو فروغ دینے کے لئے بیرونی ممالک سے معاہدات کئے جاتے اور اشیاء کے درآمد و برآمد کا نہایت مناسب طریقہ سے بندوبست کیا جاتا۔

زراعت و صنعت کو ترقی دینے کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے عمل لائی جاتی۔ ماہرین زراعت کی مفید تجاویز پر عمل درآمد ہوتا اور ملک میں غلہ جات میوہ جات اور ضروری اجناس کی اس قدر فراوانی ہوتی کہ باقی ممالک [illegible] کی طرح ہمارے ملک کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے تکتے۔ یہی امریکہ کی [illegible] اور ناخوردنی گندم کے لئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انتظار نہ کرنا پڑتا اور وہ غریب [illegible]

کہ اپنے کنبے کا پیٹ پالنے سے قاصر ہیں اپنے بچوں کو بھوکوں مرتے نہ دیکھتے۔ الغرض پورے ملک میں قہر الٰہی کو دعوت دینے والی یہ غیر مساویانہ زندگی نظر نہ آتی۔ کہ ادھر ان کے گھروں میں زردے۔ پلاؤ۔ قورمے کوفتے رشوت کے گھی سے تیار ہوتے اور ہر موسم کے پھلوں کے نذرانے شاہانہ ملبوسات۔ کاریں۔ موٹر سائیکلیں۔ کمخواب کے بچھونے۔ نوکر چاکر۔ اعلےٰ تعلیم گاہوں تک رسائی اور گلبرگ اور سمن آباد کی فردوسی کوٹھیوں (بظاہر جنتوں کی نظیر ہیں) تعداد داغوں کی چہل پہل ہوتی اور ادھر غربا قسمت کے ہیٹے۔ فاقہ مستی کی تصویریں۔ چہروں پر محنت پژمردگی کے آثار۔ بدن پر چیتھڑے۔ کھردرے ہاتھ۔ ننگے پاؤں، پھٹی ہوئی ٹانگیں۔ تپتی ہوئی دھوپ میں سر پر ٹوکری۔ کبھی سڑک کے اس پار اور کبھی اُس پار۔ ہائے ہائے سرنگوں میں۔ پہاڑوں کے پہلوؤں کے نیچے۔ صحراؤں میں، خارزاروں میں، کارخانوں میں صبح سے شام تک اپنے پیٹ کی فکر میں جانوروں سے بد تر زندگی بسر کرتے ہوئے مارے مارے پھرتے۔ اقبال مرحوم نے انہی جانکاہ ماحول پر دربار الٰہی میں کھڑے ہو کر یوں آنسو بہائے ہیں ؎

تیرے امیر مال مست۔ تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی۔ خواجہ بلند بام ابھی

خیر! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میری وزارت میں ملک کے مزدور کاروں پر سوار نظر آتے اور شاہانہ لباس زیب تن کئے ہوئے پھرتے۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ غریب اس طرح سسکیاں بھر بھر کر نہ مرتے۔ بلکہ اپنی شبانہ روز مزدوری سے ضروریات زندگی مہیا کر سکتے۔ میں اپنے ملک میں کارخانہ جات کو اس قدر عام کر دیتا کہ ملک صنعت و حرفت کا ایک گھر نظر آتا اور لوگ صنعت کاری کو معاشرے میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتے

بعض چیزیں اور بھی ہیں جو میری آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی ہیں۔ کیونکہ ان کے وجود سے اخلاقی تنزل اور معاشی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میں لازمی طور پر ان چیزوں کے ناپاک وجود سے اپنے ملک کی سرزمین کو پاک رکھتا۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔ ہمارے ملک میں جا بجا [illegible] نے عجیب روپ دھارا ہے [illegible]

اولیاء کرام کے مزارات پر مجاوروں کی ایک معتدبہ جماعت براجمان رہتی ہے۔ زائرین حضرات کی جیبیں خالی کرنا اور چڑھاوے کھانا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سارا سال لاکھوں روپے کا مال چٹ کر جاتے ہیں اور مزارات پر طبلہ سارنگی کی مجلسوں اور بازاری عورتوں کے ناچ کا اہتمام کراتے ہیں اور ملک کے شباب کو عملی طور پر بے حیائی کا سبق دیتے ہیں۔ حالانکہ اولیائے کرامؒ کے مبارک مزارات پر خداوند عالم کی رحمت برستی ہے۔ لیکن مذکورہ اوباش بندگان حرص و ہوا نے ان مقامات کو اپنی ہوس رانیوں کے اڈے بنا رکھا ہے اور جاہل قوم کا بہت سا سرمایہ نذر جہالت ہو جاتا ہے۔

اگر میں وزیر اعظم کے منصب پر فائز ہوتا تو اولیاء کرام کے مزارات کے ساتھ مساجد اور اسلامی درسگاہوں کا انتظام کرتا جہاں سینکڑوں طلبہ قرآن پاک اور حدیث خیرالانام کی تعلیم حاصل کرتے اور ملک کے کونے کونے میں پھیل کر بندگان خدا کو شرک و بدعت سے بچنے کی ہدایت کرتے۔

مندرجہ بالا چند اصلاحات کے علاوہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ میں صوم و صلوٰۃ کا بڑی سختی سے پابند ہوتا۔ میرے گھر کے تمام زیورات اور باقی قابل زکوٰۃ مال کا باقاعدہ سالانہ حساب لگایا جاتا اور یہ رقم سرکاری بیت المال میں جمع ہوا کرتی۔ رزق حلال اور صدق مقال میرا لائحہ عمل ہوتا۔ میں اپنی مقررہ تنخواہ کے علاوہ ملک و قوم کا ایک [illegible] بھی اپنے اوپر حرام سمجھتا۔ بلکہ اپنی آمدنی کا مناسب حصہ غربا پروری پر خرچ کیا کرتا۔ بیرونی ممالک کے دورے اگرچہ سرکاری بیت المال سے تعلق رکھتے۔ مگر اُن اخراجات کا جائزہ نہایت متوسط طریق پر کیا جاتا اور ہر موقعہ پر خشیت الٰہی کو پیش نظر رکھا جاتا۔ میں اپنے علم و فضل میں دنیاوی اور روحانی ارتقا پیدا کرنے کے لئے علماء کرام کی صحبت سے اکثر اوقات مستفیض ہونے کے ضرور مواقع نکالا کرتا۔ نماز جمعہ کے لئے اور باقی نمازوں کے لئے مسجد میں حاضر ہوتا تو اسلامی مساوات کے پیش نظر اگر مجھ کو مسلمانوں کے جوتوں میں جگہ ملتی تو میں ہرگز ہرگز عار محسوس نہ کرتا۔ میں راتوں کو کم سوتا اور دن کو سارا وقت ملک و قوم کی خدمت میں [illegible]

مسئلہ زکوٰۃ اور دینی مدارس

از قلم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مفتی دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عامل کے لفظ میں دینی اداروں کے کارکن داخل کر کے جن اغراض و مقاصد کے لئے پچھلے زمانوں میں علماء نے اس قسم کی تعمیمیں کی نہیں، آج ہم بھی ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے کم سے کم اتنی تعمیم تو کر لیں۔ کہ دینی اداروں کے کارکن اس میں داخل ہو جائیں تاکہ دینی تعلیم کا یہ کمزور نظام کم سے کم معطل تو نہ پڑے؟۔ کون نہیں جانتا ہے کہ آج کے دور الحاد میں جبکہ دین اور مذہب سے بیزاری اور نفور، دشمنان اسلام کی منظم خلاف اسلام تحریکوں کی بدولت عام ہو رہا ہے۔ عام مسلمانوں پر جہالت چھائی ہوئی ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ دینی ادارے اور مذہبی جماعتیں ہی اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے مخصوص اور ایک حد تک کامیاب ذرائع ہیں؟ جن کو برقرار رکھنے کے لئے اگر عام اہل اسلام اُن کی طرف توجہ نہ کریں تو بہت جلد یہ ادارے قبل ہو کر معطل پڑیں گے۔ اور دینی جماعتیں ختم ہونگی اور جو تھوڑی بہت اسلام کی تعلیمات سے آج واقفیت موجود ہے۔ وہ بھی ختم ہو کر رہے گی۔

یہ کوئی جرم اور ناجائز مداخلت فی الدین نہ ہوگا۔ جس کی طرف سب سے پہلے ہم ہی پیشقدمی کرنیوالے منصور ہونگے۔ بلکہ اس قسم کی ضرورتوں کے پیش نظر کتاب وسنت کی تعبیر اور مصلحت دینی پر مبنی احکام اجتہادیہ میں اسلاف ہمیشہ اسلام کے مزاج کے مطابق اپنا نقطۂ نظر تبدیل کرتے آئے ہیں اور دینی مصالحہ کے پیش نظر ہمیشہ انہوں نے اپنے اجتہادی فتوؤں میں وسعت اور مناسب تبدیلی سے کام لیا ہے۔ جس سے آنے والی نسلوں کے لئے دین پر عمل کرنا آسان ہو گیا ہے اور مذہب کی حفاظت میں کافی حد تک سہولت میسر آگئی ہے۔ اس کیلئے مثالیں علما کی کتابوں میں بکثرت ملتی ہیں۔ مگر یہاں فقہ حنفی کے مسائل میں سے صرف ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جس سے مسئلہ زیر بحث کی کافی حد تک وضاحت ہو جائیگی جو درج ذیل ہے۔

۱ جمعہ کی نماز جو اسلام میں شعائر اللہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی صحت کے لئے فقہ حنفی کی رو سے سلطان یا اس کے کسی نائب کا وجود شرط لازمی تسلیم کیا گیا ہے۔ (ومنها السلطان حتی لا تجوز اقامتها بغير امر السلطان وامر نائبه كذا في محيط السرخسی رح عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۵) لیکن جہاں اسلامی نظام حکومت مفقود ہو اور سلطان یا اس کے نائب کا وجود ہی سرے سے نہ ہو۔ وہاں فقہائے احناف ہی نے اس شرط میں یہ تبدیلی کی ہے کہ مسلمانوں کے اہل حل والعقد کے لئے چاہیئے کہ اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے از خود کوئی مناسب شکل اور موزوں صورت اختیار کریں۔ تاکہ فریضہ کو فوت نہ ہونے دیں۔

بلاد عليها ولاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضی قاضيا بتراضی المسلمين ويجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما۔ كذا في معراج الدراية اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۵) "مسلمانوں کی جس آبادی پر کفار کی حکومت ہو تو وہاں کے مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ جمعہ اور عید کی نمازیں پڑھتے رہا کریں اور کسی کو مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے باہمی رضامندی اور صلاح و مشورے سے قاضی بنائیں اور لازم ہے وہاں کے تمام مسلمانوں پر کہ اپنے لئے کسی مسلمان والی کی تلاش کریں"۔ (معراج الدرایۃ)

آپ نے دیکھا کہ جہاں اسلامی حکومت کی جگہ مسلمانوں پر کفاروں کی حکومت قائم ہو تو باوجود اس بات کے کہ جمعہ اور عید کے لئے مسلمان بادشاہ کا وجود فقہا کے نزدیک شرط ہے اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ مگر پھر بھی فقہا نے اپنے قانون میں مناسب تبدیلی اور ترمیم سے کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ اور شعائر اللہ کو قائم رکھنے کی غرض سے اپنے سابق فتوے میں تبدیلی کر کے فریضہ جمعہ کو قائم اور محفوظ رکھنے کا معقول انتظام فرما لیا اور سلطان کے بغیر بھی جمعہ کو جائز قرار دے دیا اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اجتہادی مسائل میں دینی مصالح کے پیش نظر تبدیلی فقہا کا ایک مسلمہ اصول رہا ہے۔ جس پر وہ خود اپنے زمانے میں عمل پیرا رہے ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے قانونی حیثیت سے ایک نمونہ بن کر رہے۔

ایسی قانونی ترمیموں اور تبدیلیوں سے یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں مناسب صورت کیا ہے؟ آیا یہ کہ عاملین میں تعمیم کر کے دینی اداروں کے کارکن سفرا کو اس میں داخل کر دیا جائے۔ یا یہ کہ تمام دینی اداروں اور مذہبی جماعتوں کو مصارف زکوٰۃ تسلیم نہ کر کے مذہب اور دین کی تعلیم کو اپنے ہی ہاتھوں ختم کر دیا جائے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ عاملین کی تعبیر میں توسیع کر کے مسلمانوں کے دینی اور مذہبی اداروں کے کارکن اس میں داخل ہیں۔ ان کے بیت المال اور خزانوں کی حیثیت حکومت کے بیت المال کی حیثیت ہے۔ جو وقتاً فوقتاً ضرورتوں کے لحاظ سے مصرف میں خرچ ہوتا رہے گا۔ تو جس طرح حکومت کا عامل ہر حالت میں رقم زکوٰۃ فراہم کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ کارکن بھی ہر حالت میں زکوٰۃ فراہم کر سکتا ہے۔ اگرچہ حقیقۃً حکومت کے مقرر کردہ نہ ہوں۔

اس رائے میں ہم اپنے آپ کو منفرد نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ دوسرے مشہور اور بلند پایہ علماء نے بھی جب سے دینی مدارس اور مذہبی ادارے قائم ہوئے ہیں۔ یہ فتوے شائع کر دیا ہے کہ شرعی حکم اور بشری مصالح کا تقاضا موجودہ دور میں یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا انتظام انفرادی شکل کی بجائے اجتماعی صورت سے [illegible]

ان میں سے ایک حضرت العلامہ [illegible]

و استاذنا مفتی الہند محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم ہیں۔ جنہوں نے گہری دینی بصیرت پر مبنی ایک فتوے میں زیر بحث معاملہ سے متعلق اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے:۔ زکوٰۃ و عشر اور دیگر واجبات مالیہ کا وجوب جن حکم اور مصالح بشریہ پر مبنی ہے۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ ادائے زکوٰۃ و عشر اور مستحقین پر ان کی تقسیم میں تنظیم کا کامل لحاظ رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ انفرادی تصرفات میں تنظیم مفقود ہوتی ہے۔ اس غلامی کے دور میں جو تفرق و تشتت کا دور ہے۔ امکانی صورت یہی نظر آ رہی ہے کہ اہل الحل والعقد کی کوئی جماعت اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

وکفی بہ قدوۃ۔ رہا یہ کہ ان کو ولایت عامہ حاصل نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت عامہ کا مطلب اگر یہ ہو کہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر یہ ولایت حاصل ہو تو اس قسم کی ولایت حکومت کو بھی حاصل نہیں ہے۔ حکومت یا اس کے عمال کو جو ولایت حاصل ہے تو وہ اپنے دائرہ اقتدار اور احاطۂ مملکت ہی میں حاصل ہے۔ نہ کہ اس سے باہر۔ پھر تو چاہیئے کہ حکومت کے عمال کو بھی زکوٰۃ فراہم کرنے کا حق حاصل اس لئے نہ ہو ان کو معنے مذکور کے لحاظ سے ولایت حاصل نہیں ہے۔ اور اگر ولایت عامہ کا مطلب یہ ہو کہ اپنے حلقۂ اقتدار اور دائرہ اختیار میں یہ ولایت حاصل ہو تو اس معنی میں ولایت یقیناً منظم جماعتوں اور دینی اداروں کے منتظمین کو حاصل ہے۔ ان کے اداروں اور تنظیموں میں جو فقراء طلبہ یا کارکن شامل ہوں ان پر اپنے ضوابط و قواعد کے ماتحت وہ اپنے جائز اختیارات استعمال کر سکتے ہیں۔ اور اتنی ولایت عاملین میں داخل ہونے اور ان کے قائم مقام بننے کے لئے کافی ضرور ہو سکتی ہے۔

سوال ۴

زکوٰۃ میں تملیک فقیر ایک ضروری امر ہے جو عام طور پر دینی مدارس میں جمع شدہ تمام رقوم زکوٰۃ میں مفقود ہے ایک تو اس وجہ سے کہ کارکن سفرا اس مال سے سفر کی حالت میں خرچ کرتے ہیں، جو ارباب الاموال ان کو دیتے ہیں اس صورت میں کل رقم زکوٰۃ میں تملیک فقیر نہیں پائی جاتی ہے۔ بلکہ فقیر کے پاس پہنچنے سے پہلے اس رقم کا کچھ حصہ لا محالہ ضروریات سفر اور نقل و حرکت پر خرچ کرنا پڑتا ہے تو جب کل رقم زکوٰۃ میں تملیک فقیر نہ پائی گئی تو پوری زکوٰۃ کس طرح ادا ہو گی نیز دینی اداروں میں مد زکوٰۃ سے صاحب نصاب کارکنوں کو معاوضے بھی دیئے جاتے ہیں۔ اور تنخواہیں بھی حالانکہ اس میں...

الجواب نمبر ۴

سوال ۳ کے جواب میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ دینی اداروں کے کارکن سفرا شرعی مصالح اور دینی ضرورتوں کے پیش نظر عاملین میں داخل ہیں اور منتظمین مدارس زیر تربیت طلبہ اور فقرا کی حد تک صاحب ولایت بھی ہیں جو عاملین کے قائم مقام ہونے کے لئے فی زمانتا کافی ہے۔ اب اگر ایک اسلامی حکومت کا عامل بعد اس کے کہ اس کو اموال زکوٰۃ حوالہ کر دیئے جائیں۔ اس مال سے حالت سفر میں ضروری خرچ اور مصارف نقل و حرکت ادا کرنے کا شرعاً مجاز ہو۔ اور یقیناً مجاز ہے اور اس سے زکوٰۃ میں کوئی نقص نہیں آتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ دینی اداروں کے عامل اور کارکن اگر سفر کی حالت میں شدید مجبوری کی وجہ سے بقدر ضرورت خرچ کریں۔ یا مصارف نقل و حرکت اس مال زکوٰۃ سے ادا کریں۔ تو کیوں مجاز نہ ہوں گے۔ اور اس سے زکوٰۃ میں نقص کیوں آئے گا؟ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو عامل حکومت کو جس طرح فقرا کی نیابت کا درجہ حاصل ہے اور اس نیابت کی وجہ سے عامل حکومت کا خرچ فقیر ہی کا خرچ سمجھا جاتا ہے تو اداروں کے عمال کو بھی یہ درجۂ نیابت حاصل ہے تو کیوں ان کا خرچ فقراء کا خرچ نہ سمجھا جائے؟ فرق کے لئے ہمارے ذہن میں کم سے کم کوئی معقول وجہ نہیں آتی ہے۔ بلکہ دینی اداروں کے عمال کو جب قائم مقام عمال حکومت تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ جواب ۳ میں ثابت ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا۔ کہ ارباب الاموال نے جب ان کو اموال زکوٰۃ دے دیئے تو گو یہ سفراء ان سے خرچ بھی کریں اور مصارف نقل و حرکت بھی ادا کریں۔ مگر ارباب الاموال کے ذمے ان کو دینے سے ہی فارغ ہو گئے ہیں اور ان کی زکوٰۃ ادا ہو چکی ہے۔ اس دعوے کے ثبوت کے لئے مسند امام احمد بن حنبلؒ کی مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جا سکتی ہے:۔

امام احمد حنبلؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ اس میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضورؐ! اذا ادیت الزکوٰۃ الی رسولک فقد برئت منھا الی اللہ و رسولہ؟ ۔" جب میں نے آپ کے بھیجے ہوئے عامل کو زکوٰۃ ادا کر دی۔ تو میں اللہ اور رسولؐ کے سامنے بری الذمہ ہو گیا نا؟ ۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ نعم اذا ادیت الزکوٰۃ الی رسولی فقد برئت منھا الی اللہ و رسولہ فلک اجرھا و اثمھا علی من بدلھا"۔ (ہاں جب تو نے اُسے میرے فرستادہ عامل کے حوالے کر دیا تو تو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لئے ہے اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے۔ اس کا گناہ اسی پر ہے) اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ عامل حکومت کو زکوٰۃ حوالہ کر دینے سے مالدار فارغ الذمہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر عامل اس میں سے ناجائز طریقہ پر خرچ کرے تو گناہ ضرور اس کے ذمہ عائد ہوگا۔ مگر زکوٰۃ میں کوئی نقص نہ آئے گا۔

دینی مدارس کے کارکن سفرا بھی جب عاملین میں داخل تسلیم کر لیے گئے۔ جیسا کہ سابق سوال کے جواب میں ذکر کیا جا چکا ہے تو یہاں بھی ان کو زکوٰۃ حوالہ کر دینے سے مالدار فارغ الذمہ ہو جانے چاہئیں اور ان کا خرچ نیابت عن الفقراء کی وجہ سے فقراء ہی کا خرچ سمجھنا چاہیئے تو یہ خرچ گویا حکماً تملیک فقیر کے بعد کا خرچ سمجھا جائے گا۔ نہ کہ اس سے قبل کا۔

رہا۔ ملازمین کے معاوضوں اور تنخواہوں کا معاملہ! تو اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے چند امور کو بطور تمہید سمجھ لیا جائے۔

اوّلاً یہ کہ زکوٰۃ کے مصارف از روئے قرآن جتنے ہیں۔ ان میں سے ایک مدّ فی سبیل اللہ کی ہے۔ اس مدّ میں محققین احناف نے تمام اُن لوگوں کو داخل تسلیم کیا ہے جو اللہ کے دین کے لئے کام کرنے میں مصروف ہوں، خواہ وہ مجاہدین ہوں یا طلبہ علم دین ہوں۔ یا ان دینی جماعتوں اور اداروں کے کارکن ہوں جو دین کی صحیح خدمت کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔ علّامہ سیّد آلوسیؒ حنفی اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں فی سبیل اللہ کے متعلق احنافؒ کے نقطۂ نظر کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اريد بذلك عند ابی یوسف منقطع الغزاة وعند محمد منقطعوا الحجیج وقيل المراد طلبة العلم واقتصر علیہ فی الفتاوی الظهیرية وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب فیدخل فیه کل من سعی فی طاعة الله وسبل الخیرات اھ۔ روح المعانی ج ۱۰ ص۱۲۳ ومثلہ فی الدرالمختار ج ۲ ص۸۳ والبحر جلد۲ ص۲۴۲

ثانیاً۔ فقراء و مساکین کو چھوڑ کر باقی جتنے مصارف زکوٰۃ ہیں۔ ان میں سے عاملین و ابن سبیل کے ماسوائے باقی تمام مصارف میں احناف کے نزدیک بناء بر قول مشہور فقر شرط لازمی ہے۔ البتہ عاملین، و ابن السبیل، دونوں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ غنی ہو کر بھی زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔

ثالثاً۔ عاملین و ابن سبیل کے ماسوائے دیگر اصناف اور مصارف زکوٰۃ میں اشتراط فقر کا مسئلہ اگرچہ متاخرین احناف نے اتفاقی قرار دے دیا ہے۔ مگر متقدمین احناف کے اقوال کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اتفاقی نہیں ہے۔ بعض فقہا ایسے بھی ہیں جو فقر بمعنے اصطلاحی ان میں شرط نہیں تسلیم کرتے ہیں۔ چند حوالے اس کے لئے ملاحظہ ہوں

عامل حکومت اگرچہ غنی ہو۔ مگر بصورت عمالہ زکوٰۃ لینا اس کے لیے جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی علت صاحب بدائعؒ نے یہ بیان کی ہے "لانہ فرغ نفسه لهذا العمل فیحتاج الی الکفایة" اھ (اس نے اپنے نفس کو اس کام کے لیے چونکہ فارغ کر دیا ہے تو لامحالہ رزق کفاف کا محتاج پڑے گا) اس لئے بقدر حاجت فقط زکوٰۃ سے اسے کچھ دیا جائے گا۔

اس تفصیل پر صاحب منح الغفار تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ وبهذا التعلیل یقوی ما نسب الی بعض الفتاوے ان طالب العلم یجوز له ان یاخذ الزکوٰۃ وان کان غنیا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لکونه عاجزا عن الکسب والحاجة داعية الی مالابد منہ وهکذا رأیته بخط موثوق وعزاہ الی الواقعات اھ۔ علامہ شامی اس کی تائید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: قلت وقد رأیته ایضًا فی جامع الفتاوی معزیا الی المبسوط ونصه:۔ وفی المبسوط لایجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملك نصابا الی طالب العلم والغازی والمنقطع لقوله علیه السلام یجوز دفع الزکوٰۃ لطالب العلم وان کان له نفقة اربعین سنة اھ۔ ان تصریحات کے پیش نظر علامہ شامی لکھتے ہیں۔ وهذا مناف لدعوی النهر تبعاً لفتح القدیر الاتفاق تامل اھ۔ منحة الخالق۔ حاشیہ بحر رائق ج ۲ ص۲۴۲ ۔ الحاصل۔ "فی سبیل اللہ" کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے صاحب بدائعؒ کا جو قول نقل کیا تھا۔ اس سے اور دوسرے فقہا کی تصریحات سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ طلبۂ علم دین "فی سبیل اللہ" کی مد میں داخل ہیں۔ اور منح الغفار اور مبسوط کے محولہ عبارات اور اقوال سے یہ صراحتًہ ثابت ہے۔ کہ طلبۂ علم دین میں "غنا" مانع عن اداء الزکوٰۃ نہیں ہے تو نتیجہ لامحالہ یہی نکلے گا کہ فی سبیل اللہ کی مد میں فقر شرط اتفاقی نہیں ہے۔ اسی بنا پر تو علامہ شامی نے کہا کہ وهذا مناف لدعوی النهر تبعا لفتح القدیر الاتفاق اھ (غارمین)

اسی طرح غارمین کے بارے میں آئمہ مذہب کی ایسی تصریحات ملتی ہیں۔ جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل مذہب کی رو سے غارمین میں بھی فقر بمعنی شرعی شرط نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت امام محمدؒ کی حسب ذیل تصریح۔

امام محمد اپنی مشہور تصنیف "الموطا" باب من تحل له الصدقة ص۱۲۹ میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ جس میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لاتحل الصدقة لغنی الا لخمسة لغاز فی سبیل الله او لعامل علیها او لغارم الحدیث۔ اس حدیث کے متعلق امام محمدؒ لکھتے ہیں وبهذا نأخذ والغازی فی سبیل الله اذا کان له غنی عنها یقدر بغناه علی الغزو لم یستحب له ان یاخذ منها وکذا الغارم ان کان عنده وفاء بدینه وفضل تجب فیه الزکوٰۃ لم یستحب له ان یاخذ منها شیئاً وهو قول ابی حنیفةؒ اھ اس عبارت کو اگر "تاویلات کے لئے تختۂ مشق نہ بنایا جائے تو صاف اس عبارت کی روشنی میں حضرت امام اعظمؒ کا اصل مذہب جس کو یہاں امام محمدؒ نے اصل مذہب کی حیثیت سے نقل بھی کیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ غازی۔ عامل۔ غارم جو حدیث میں لا تحل الصدقة لغنی کے عموم سے مستثنےٰ قرار دیئے گئے ہیں۔ سب کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اگرچہ فقیر نہ ہوں۔ بلکہ ان کے پاس اتنا مال موجود ہو جس میں خود ان پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہو یہ دوسری بات ہے کہ ایسی حالت میں ان کے لئے زکوٰۃ لینا مستحب اور بہتر نہیں ہے"۔

اتنی صاف تصریح کے باوجود جو خود آئمہ مذہب سے منقول ہے۔ نہ معلوم فقہائے متاخرین نے یہ اجماع کس بنیاد پر اصل مذہب قرار دیا ہے کہ عاملین اور ابن سبیل کے ماسوائے تمام مصارف میں فقر ایک شرط لازمی ہے۔ اور مذکورہ مصارف میں سے جس میں بھی لاعلے التعیین غنا پائی جائے گی۔ تو وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہے گا۔ جس سے اصل مذہب پر خواہ مخواہ خلاف حدیث ہونے کا الزام عائد ہو جاتا ہے جس کے لئے حدیث مذکور میں مذہب کے خلاف غیر معقول اور غیر ظاہر "تاویلات اور توجیہات کرنی پڑتی ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا ہے۔ لہ درحقیقت ہمارے احنافؒ اور دیگر آئمہ کے مابین اس مسئلہ میں بالنظر الی اصل المذہب کوئی اختلاف رہی) نہیں ہے کیونکہ اصل مذہب بناء بر تصریح حضرت امام محمدؒ یہ قرار پایا کہ حدیث میں جو مستثنیات ہیں۔ ان میں فقر حقیقی شرط لازمی نہیں ہے۔ یہ غنی ہو کر بھی زکوٰۃ کا مستحق اور مصرف ہو سکتے ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد کارکنوں کے معاوضوں اور ملازمین کی تنخواہوں کا جواب آئندہ درج کیا جائے گا۔

باقی آئندہ

نوعمر بچوں پر قرآن مجید کی تعلیم کا اثر

۱۱ر جنوری ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں ہم نے مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے اسکولوں اور کالجوں کے بچوں کے اندر قرآن مجید نے جو انقلاب پیدا کیا ہے۔ وہ ان کے اپنے الفاظ میں پیش کیا تھا۔ آج ہم ان بچوں کے امتحان کا پرچہ اور ان کے جوابات ہدیہ قارئین کرام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ (مدیر)

طالب علم:۔ فرخ سعید سٹ۔ عمر ۱۷ سال ڈیپارٹمنٹل کالج لاہور حاصل کردہ نمبر ۱۱۱

سوال:۔ کلام مجید پڑھنے سے تم پر جو اثر ہوا ہے۔ تحریر کرو۔ قبل از تعلیم کیا حالت تھی۔ اور اب طبیعت میں تعلیم قرآن کا کیا اثر ہے؟

طالب علم:۔ سوال مذکورہ بالا کا جواب اس طرح لکھتا ہے۔ کہ "تعلیم قرآن سے قبل دین سے میں بالکل بے بہرہ تھا۔ نہ فرائض اسلام کی طرف کوئی رغبت تھی۔ نماز کبھی کبھار پڑھ لیا کرتا تھا۔ دین کے مسائل بالکل معلوم نہ تھے۔

لیکن اس مدرسہ میں پڑھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میرے عقائد درست ہو گئے۔ دینی مسائل معلوم ہو گئے۔ نماز میں باقاعدگی ہو گئی۔ اس مدرسہ میں پڑھنے سے قبل اگر کوئی بے دین شخص ہمارے دین کے متعلق غلط باتیں کرتا تو تعلیم قرآن سے جہالت کے باعث خاموشی سنتا رہتا۔ لیکن الحمد للہ اب قرآن با ترجمہ پڑھنے سے صحیح دین معلوم ہوا۔ اور اب میں ہر بے دین شخص کی بات کا قرآن کی روشنی میں صحیح جواب دے سکتا ہوں۔"

سوال:۔ اپنے مدرسہ کے متعلق اپنی دلی رائے کا اظہار کرو۔

"ہمارے مدرسہ میں صبح و شام دو وقت قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے محترم استاد صاحب قرآن کے ترجمہ و مطالب کے ساتھ تفسیر بھی بیان کرتے ہیں اور اسلامی تاریخی واقعات کے بیان سے درس میں مزید دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے نیز ہمارے استاد صاحب کی خندہ روئی قابلیت اور مشفقانہ طبیعت کے باعث طلباء شوق و ذوق سے پڑھنے آتے ہیں۔

سوال:۔ کوئی نیکی سیکھے لکھو۔ جو روزمرہ زندگی میں قرآن پاک کی روشنی کے ساتھ عمل میں آئے ہوں۔

الجواب:۔ قبروں کی پرستش کرنا چڑھاوے چڑھانا اور منت ماننا ہمارے ملک میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ قرآن کی رو سے ایسے لوگ مشرک ہیں۔ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی انسانی ضروریات پورا کرتا ہے۔ لوگ پیروں کے مزارات پر جا کر سجدے کرتے ہیں۔ ہماری شریعت نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سجدہ کرنے سے منع کیا ہے۔ ایسے لوگ اگر بغیر توبہ کئے مر گئے تو سیدھے دوزخ میں جائیں گے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی قبور پر جا کر فاتحہ خوانی اور دعا کی جائے"۔

طالب علم:۔ عبد المجید عمر ۱۵ سال۔ تعلیم میٹرک۔ حاصل کردہ نمبر ۱۱۰

سوال:۔ قرآن مجید پڑھنے سے جو اثر تم پر ہوا ہے۔ تحریر کرو۔

الجواب:۔ تعلیم قرآن سے قبل میرا علم دین کے متعلق صرف چند کتابوں تک محدود تھا۔ لیکن ہر فرقہ کے مصنف اپنی کتاب میں اپنے مختلف عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ جن میں بعض عقائد صریحاً تعلیمات قرآنی کے خلاف ہوتے ہیں۔ قرآن با ترجمہ پڑھنے سے میرے عقائد درست ہو گئے قرآن پڑھنے سے قبل حق و باطل توحید و شرک میں کوئی تمیز نہ تھی۔ لیکن اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ کون سا عقیدہ شرک کا حامل ہے اور کونسا نہیں۔

سوال:۔ اپنے مدرسہ کے متعلق تم اپنی دلی رائے کا اظہار کرو۔

الجواب:۔ استاد صاحب بڑی وضاحت سے مطالب قرآن بیان کرتے ہیں۔ ہر آیات کا محل اور شان نزول بھی بتاتے ہیں۔ تعلیم کے علاوہ ہماری عملی تربیت بھی کرتے ہیں۔

طالب علم:۔ عبد الحنان عمر ۱۶ سال مدرسہ قاسم العلوم۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۸

سوال:۔ کلام مجید پڑھنے سے تم پر جو اثر ہوا ہے۔ تحریر کرو۔

جواب:۔ قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے سے ہم پر یہ اثر ہوا ہے کہ ہم اب باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ ماں باپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ بڑوں کا ادب کرتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آئے تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ کیونکہ یہی قرآنی تعلیم ہے۔ جھوٹ اور غیبت سے بچتے ہیں اور ایفائے وعدہ کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہمیں قرآن با ترجمہ پڑھنے سے معلوم ہوئی ہیں۔ اس سے قبل مسائل دینی سے قطعی واقفیت نہ تھی۔ نہ نماز کی پابندی نہ جھوٹ اور غیبت سے پرہیز تھا۔

مدرسہ کے متعلق رائے:۔

اس مدرسہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں تعلیم دی جاتی ہے اور ہم فقط تحصیل علم دین کی خاطر والدین، بھائی بہن اور گھربار چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔

طالب علم:۔ محمد آصف۔ فسٹ ایر اسلامیہ کالج۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۱

تعلیم قرآن کا اثر:۔

میں قرآن اس مدرسہ میں آنے سے پہلے بھی پڑھتا تھا۔ لیکن یہ نہیں معلوم تھا۔ کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اب ترجمہ پڑھنے سے مطالب قرآن واضح ہو گئے ہیں۔ اور دینی مسائل سے واقفیت ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے حالات معلوم ہوئے ہیں جو استاد صاحب موقعہ و محل کے لحاظ سے بتاتے ہیں

اب میرا ایمان مضبوط ہو گیا ہے۔ اور زندگی سدھر گئی ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے:۔

اس مدرسہ میں ہمیں صحیح دین کا پتہ چلا۔ مسائل سے واقفیت ہوئی۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے حقوق اللہ اور حقوق العباد معلوم ہوئے اس کے علاوہ استاد صاحب ہمیں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا رسالہ تعلیم الاسلام پڑھاتے ہیں جس سے جزوی مسائل اور احکام شرعیہ ہمیں معلوم ہوئے۔

طالب علم:۔ محمد اکرم سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۹

تعلیم قرآن کا اثر:۔

مدرسہ قاسم العلوم میں داخل ہونے سے

پیشتر قرآن مجید تو پڑھتا تھا۔ لیکن مفہوم و مطالب نہیں سمجھ سکتا تھا۔ الحمدللہ اب اتنی استعداد پیدا ہو گئی کہ آیات قرآنی کا ترجمہ قواعد صرف و نحو کے جاننے کے بغیر سمجھ سکتا ہوں۔ اس سے پیشتر تمام وقت گلیوں اور بازاروں میں گزارتا تھا۔ اب مطالعہ قرآن میں وقت صرف کرتا ہوں۔ تعلیم قرآن سے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا ہے۔ پانچوں وقت نماز کی پابندی اور برائیوں سے بچنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے قرآن کی برکت سے عطا کی ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے

گزشتہ سال حضرت مولانا نے تقریر جمعہ کے دوران طلباء مدرسہ قاسم العلوم کے پہلوؤں کے محاسن اور تعلیم دین کی ضرورت بیان فرمائی۔ اس طرح میرے دل میں حصول تعلیم دین کا شوق پیدا ہوا اور میں مدرسہ میں داخل ہو گیا۔ ہمارے اُستاد صاحب درس قرآن کے علاوہ ہماری عملی تربیت بھی فرماتے ہیں مسائل دینی سے واقف کراتے ہیں اور ہمارے اخلاق کی درستی فرماتے ہیں۔

طالب علم:۔ اظہر حبیب عمر ۱۴ سال
حاصل کردہ نمبر ۹۸

تعلیم قرآن کا اثر :۔

قرآن مجید با ترجمہ پڑھنے سے دینی مسائل کا علم ہوا۔ قرآن کی برکت سے برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق پیدا ہوئی۔ اس سے قبل میں سینما دیکھتا تھا۔ لیکن اب بالکل ایسی بُری چیزوں میں حصہ نہیں لیتا۔ چونکہ قرآن تمام ایسی خرافات اور لغویات سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔"

مدرسہ کے متعلق رائے۔

ہمارے مدرسہ میں ہر دو وقت صبح و شام درس قرآن ہوتا ہے۔ محلہ کے لڑکے اُستاد صاحب کے دلچسپ طریقہ تدریس کے باعث جوق درجوق پڑھنے آتے ہیں۔ یہاں دینی مسائل سے واقفیت کرائی جاتی ہے۔ ہمارے اخلاق و اطوار کی اصلاح بھی استاد صاحب قرآن وسنّت کی روشنی پر کرتے ہیں۔ ہماری زندگی پہلے کی نسبت بہت سدھر گئی ہے۔

طالب علم:۔ زہیر عزیز۔ عمر ۱۲½ سال
سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ حاصل کردہ نمبر ۱۱۰
تعلیم قرآن کا اثر :۔

میں نے گھر پر قرآن مجید کے گیارہ پارے ناظرہ پڑھے تھے۔ لیکن مسائل دینی سے بالکل واقفیت نہ تھی۔ چونکہ ترجمہ بالکل نہیں جانتا تھا۔ اب اپنے مشفق اُستاد صاحب کی بدولت قرآن کے معانی و مطالب سمجھ سکتا ہوں۔ قرآن پڑھنے سے خداتعالیٰ کے احکام سے واقفیت ہوتی ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے۔

اس مدرسہ میں ہمیں بغیر کسی معاوضہ کے قرآن کا ترجمہ اور دینی مسائل پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اُستاد صاحب عربی و فارسی کے قواعد صرف ونحو بھی پڑھاتے ہیں۔

طالب علم عبدالرحمٰن عمر ۱۴ سال۔
حاصل کردہ نمبر ۱۷۔

تعلیم قرآن کا اثر :۔

قرآن مجید کی تعلیم کا سب سے پہلا اثر ہم پر یہ ہوا ہے کہ ہم پنج وقتہ نماز کے پابند ہو گئے ہیں اور برائیوں سے تائب ہو گئے۔ والدین کی اطاعت اور بڑوں کا ادب کرتے ہیں۔ قرآن کی برکت سے ہمارا دل روشن ہو گیا ہے۔ بُری صحبت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مدرسہ کے متعلق رائے

ہمارے مدرسہ میں پابندی وقت کے ساتھ قرآن مجید کا درس ہوتا ہے۔ اس مدرسہ میں آنے سے ہم میں قرآن مجید پڑھنے کا اور سمجھنے کا شوق پیدا ہوا ہے

طالب علم زاہد عبید۔ عمر ۱۲½ سال
سنٹرل ماڈل سکول حاصل کردہ نمبر ۸۶

تعلیم قرآن کا اثر :۔

قرآن با ترجمہ پڑھنے سے ہمیں معلوم ہوا کہ اسلام کس کو کہتے ہیں اور دینی مسائل سے واقفیت ہوئی اور ہم میں نماز کی پابندی پیدا ہو گئی ہے۔ ہمیں قرآن پڑھنے سے پتہ چلا ہے کہ رشوت بُری چیز ہے۔ اور جس کمائی میں رشوت کا روپیہ شامل ہو۔ اس میں برکت نہیں ہوتی۔

مدرسہ کے متعلق رائے :۔

اس مدرسہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی برکت سے ہم نے بہت سے دینی مسائل سیکھے ہیں۔ جھوٹ بولنا ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا ہم نے ترک کر دیا ہے۔ ہمیں بلا معاوضہ دو وقت قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے ہمارے اُستاد صاحب کا اور انجمن خدام الدین کا جو یہ مدرسہ چلاتی ہے۔ ہم پر بڑا احسان ہے کہ ہم دین کی راہ پر لگ گئے ہیں۔

طالب علم۔ واجد علی شاہ عمر ۱۵ سال
متعلم جماعت دہم۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۲

تعلیم قرآن کا اثر :۔

قرآن مجید کے پڑھنے کی برکت سے میں پانچ وقت کی نماز کا پابند ہو گیا ہوں۔ اور بہت سے دینی مسائل کا علم ہو گیا ہے اور قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ معلوم ہوا ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے :۔

"ہمیں دو وقت قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے اور دینی مسائل سے واقفیت کرائی جاتی ہے۔ اب ہم مشکل سے مشکل مسائل بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ہمارے محلہ میں تعلیم قرآن کا یہ واحد ادارہ ہے۔"

طالب علم محمد صدیق عمر ۱۷ سال۔
حاصل کردہ نمبر ۱۰۶

تعلیم قرآن کا اثر :۔

قرآن مجید با ترجمہ پڑھنے سے ہمیں احکام [illegible] شریعت معلوم ہوئے ہیں۔ مثلاً غر[illegible] [illegible] بنانا۔ زکواۃ۔ صلوٰۃ۔ بیوی بچوں [illegible] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے احکام و مسائل کا ہمیں قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے علم ہوا ہے اور اب خدا کے فضل سے ہم پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے قبل ہم اِدھر اُدھر پھر کر وقت ضائع کرتے تھے۔ اب قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔

مدرسہ کے متعلق رائے :۔

میری سمجھ کے مطابق ہمارے لئے اس

مدرسہ کا وجود خدا کی رحمت ہے۔ کیونکہ اس دور میں جبکہ ہر طرف گمراہی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ کہیں بھی بلا معاوضہ تعلیم قرآن کا انتظام نہیں۔ اس مدرسہ میں خدا کا نام سکھایا جاتا ہے۔ اس کا اجر استاد صاحب کو اور کارکنان مدرسہ کو خدا ہی دے گا۔"

طالب علم:۔ اطہر جاوید۔ عمر ۱۵ سال سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ حاصل کردہ نمبر ۱۱۰

تعلیم قرآن کا اثر:۔

قرآن مجید با ترجمہ پڑھنے سے مجھ پر نماز کی اہمیت واضح ہوئی۔ اور قرآن مجید کی برکت سے اب میں باقاعدہ نماز پڑھتا ہوں۔ غیبت کرنے اور جھوٹ بولنے سے قرآن منع کرتا ہے۔ اس لئے میں اب ایسی سب برائیوں سے پرہیز کرتا ہوں۔ قرآن مجید پڑھنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ مسائل و احکام و شرعیہ کیا ہیں۔ کافر۔ منافق۔ نفاق اعتقادی کا منافق کسے کہتے ہیں۔ جزا و سزا کن کے لئے ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے:۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے محلہ میں ایسا مدرسہ بھی ہے۔ جہاں بلا معاوضہ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اُستاد صاحب ترجمہ کی تفسیر بھی ایسے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ مطالب و مفہوم خود بخود ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور اب ہمیں [illegible] سے بھی خاصی واقفیت ہو [illegible] مدرسہ میں دو وقت درس ہوتا ہے۔ بجلی اور پنکھا بھی ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اہل محلہ بھی ایسے نیک کام میں تعاون کریں"۔ اور ثواب دارین حاصل کریں۔

طالب علم۔ راحت ملک عمر ۱۴ سال سنٹرل ماڈل سکول لاہور۔ حاصل کردہ نمبر ۹۲

تعلیم قرآن کا اثر:۔

قرآن مجید کے ترجمہ پڑھنے سے ہمیں بہت سے مسائل کا علم ہوا ہے۔ مثلاً سود کے متعلق استاد صاحب نے کتاب و سنت کی روشنی میں بتایا کہ اگر جنس کے بدلے جنس لیں اور اس کے لین دین میں کمی یا زیادتی کریں تو اسے سود کہا جاتا ہے۔ نیز ہمیں معلوم ہوا کہ اسلام کیا ہے اور کس لئے بھیجا گیا ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے

مدرسہ کا ماحول بہت پاکیزہ اور صحتمند ہے۔ استاد صاحب بہت خوش اسلوبی سے پڑھاتے ہیں اور درس میں دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ اس مدرسہ میں ہماری عادات اور اخلاق کی اصلاح بھی ہو گئی ہے۔ اور ہمیں دینی مسائل سے واقفیت کرائی جاتی ہے

طالب علم:۔ عبدالحفیظ۔ عمر ۱۷ سال۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۸۔

تعلیم قرآن کا اثر:۔

ہم قرآن مجید پڑھنے سے پہلے نیکی و بدی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ اور لوگوں کو تنگ کرنے میں لطف محسوس کرتے تھے نماز بالکل نہیں پڑھتے تھے۔ اب ماشاء اللہ قرآن کی تعلیم کی برکت سے نماز کے پابند ہو گئے۔ اور برائیوں سے تائب ہو گئے ہیں۔ اور زندگی کے روزمرہ مسائل دینیہ سے واقفیت ہو گئی ہے۔ اب ہمیں محسوس ہوا ہے کہ انسان تعلیم قرآن کے بغیر بالکل جاہل ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے:۔

ہمارا مدرسہ ہی دراصل ایسا مدرسہ ہے جہاں اصل تعلیم دی جاتی ہے۔ استاد صاحب کا طریقۂ تدریس بہت دلچسپ ہے۔ سبق بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ ماحول بہت پاکیزہ ہے۔ ہمیں یہاں ایسے مسائل بتائے جاتے ہیں جو ساری زندگی کام آئیں گے۔

طالب علم:۔ محمد شفیع عمر ۱۵ سال متعلم جماعت دہم۔ حاصل کردہ نمبر ۱۰۰

تعلیم قرآن کا اثر:۔

قرآن با ترجمہ پڑھنے سے طبیعت کا میلان دین کی طرف ہو گیا ہے۔ اور احکام شرعیہ سے واقفیت ہو گئی ہے۔ جو مسائل و احکام ہم قرآن میں پڑھتے ہیں۔ گھر والوں کو اور دوستوں کو بھی بتاتے ہیں۔ جن سے سب کے عقائد کی اصلاح ہوتی جا رہی ہے اور ہمیں نیکی کی توفیق محض قرآن کی برکت سے ہوئی ہے۔

مدرسہ کے متعلق رائے:۔

ہمیں یہاں بلا معاوضہ نہایت احتیاط و درستی کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ اس مدرسہ میں استاد صاحب نے ہمارے اخلاق اور عادتوں کی اصلاح کی ہے اور اب میں صبح اُٹھ کر نماز پڑھنے کے بعد باقاعدہ تلاوت قرآن پاک کرتا ہوں۔ میں دوسرے لوگوں کو بھی اس مدرسے میں تعلیم قرآن حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کارکنان مدرسہ کے اخلاص میں برکت عطا فرمائے اور مدرسہ کو اور ترقی دے۔ آمین۔

بقیہ اگر میں پاکستان کا وزیراعظم ہوتا۔ صفحہ ۱۲ سے آگے

رشتہ داروں میں سے کسی کو ناجائز مراعات نہ ملتیں۔ ہاں غریب مگر صاحب استعداد اشخاص کو ضرور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ سفارش کسی نااہل کو کسی عہدہ پر نہ پہنچاتی اور نہ ہی مستحق لوگ مرتشی افسروں، اور حرام خور کلرکوں کی خوشامدیں کرتے پھرتے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ میری زندگی حضرت صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کی زندگیوں کی ہر لحاظ سے آئینہ دار ہوتی۔ مگر میں ہر لمحہ حیات میں ان مبارک ہستیوں کی تقلید کرنے کی ضرور کوشش کرتا رہتا۔ جن کی حسن نیت اور حسن عمل نے اقوام عالم کو بڑی حد تک ذلت و نکبت سے نجات دلائی ہے —— خیر! میں ان نظریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدائے قدوس سے دست بدعا ہوں کہ وہ اپنے لطف عمیم سے اسلامی ملک میں وہ حکمران پیدا کرے جو ان کے دین و دنیا کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے صبح و مسا کوشاں رہیں

فقط

بقیہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ صفحہ ۲ سے آگے

یزید بن عبدالملک کے نام جسے آپ کے بعد سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق بادشاہ ہونا تھا۔

ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا۔ جس میں لکھا کہ

"میرے بعد تم مسلمانوں کے بادشاہ ہوگے۔ تم کو تقوے اور پرہیزگاری اختیار کرنا چاہیئے۔ اور رعایا کی بھلائی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں سلیمان بن عبدالملک خدا کا ایک بندہ تھا۔ جس نے اپنی وفات کے وقت مجھے خلیفہ بنایا۔ اور میرے بعد تم کو ولیعہد مقرر کیا۔ اگر میں چاہتا تو بہت سی خوبصورت بیویاں رکھ سکتا تھا اور مال و دولت کے خزانے جمع کر سکتا تھا۔ لیکن میں قیامت کے حساب و کتاب اور وہاں کے سوال و جواب سے ڈرتا ہوں"

پھر اپنے لڑکوں کو بلا کر روتے ہوئے فرمایا۔ میری جان ان بچوں پر قربان۔ جن کو میں نے غریب چھوڑا ہے۔ لیکن میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے ان کی اچھی پرورش اور تربیت کی ہے۔ پھر بچوں سے فرمایا:—

میرے بچو! تمہارا باپ دو باتوں میں سے ایک بات کر سکتا تھا۔ ایک تو یہ کہ تم مالدار ہو جاؤ اور وہ دوزخ میں جائے میں نے تمہاری غربت کو پسند کر کے اپنے لئے جنت کو اختیار کر لیا۔

"جاؤ۔ خدا تمہارا محافظ و نگہبان ہو"

بیس دن بیمار رہ کر انتالیس سال کی عمر میں چہار شنبہ کے دن ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ جنت کو سدھارے دو برس پانچ مہینے اور چار دن آپ نے خلافت کی۔ آپ کی وفات حمص کے ایک مقام دیر سمعان میں ہوئی۔ (اللہ کی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پر) (حمایت اسلام لاہور)

بچوں کا صفحہ

انوکھا جھگڑا

صوفی محمد شفیع عمرالدین۔ میرپور خاص

۱۔ پیارے بچو! آؤ آج تمہیں ایک سچی کہانی سنائیں جو حدیث شریف میں آئی ہے

۲۔ ایک آدمی نے دوسرے شخص سے کچھ زمین خریدی۔ زمین خریدنے کے کچھ دن بعد زمین خریدنے والا شخص زمین پر کام کر رہا تھا۔ زمین کے اندر اسے ایک گھڑا نظر آیا۔ اس کو نکالا دیکھا تو سونے سے بھرا پایا۔

۳ ——— یہ شخص سونا لے کر اس شخص کے پاس گیا۔ جس نے زمین اسے فروخت کی تھی اور اسے جاکر کہا۔ بھائی! میں نے تو آپ سے صرف زمین خریدی تھی۔ یہ سونا اس زمین کے اندر تھا۔ میں نے اسے تو نہیں خریدا تھا۔ لہذا آپ یہ سونا لے لیں۔

۴۔ زمین بیچنے والے نے سونا لینے سے انکار کر دیا۔ اور جواب دیا:—

جب میں نے زمین بیچی تھی۔ تو جو کچھ زمین کے اندر تھا وہ بھی بیچ دیا تھا۔

۵۔ اب ان دونوں شخصوں میں سے کوئی بھی سونا نہیں لیتا تھا۔ ان دونوں نے اپنا معاملہ ایک تیسرے شخص کے سامنے پیش کیا۔ اس نے سارا حال سن کر ایک کو پوچھا۔ تمہارے ہاں کون سی اولاد ہے اس نے کہا میرے ہاں لڑکا ہے۔ دوسرے نے سوال کے جواب میں بتایا۔ میرے ہاں لڑکی ہے۔ اب منصف نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح کر دیں اور یہ سونا ان دونوں کو دے دیں

پیارے بچو! اس واقعہ سے بڑے سبق ملتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ انسان دنیا کا لالچ ہرگز نہ کرے۔ دوسرے کے حق پر ناحق قبضہ نہ کرے۔

۲۔ جب یہ سونا ملا۔ تو اس وقت کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔ مگر اللہ کے نیک بندے نے سونا چھپایا نہیں۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان نہ بھی دیکھے مگر اللہ تعالےٰ تو دیکھ رہ... اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ...

۳۔ منصف کو بڑا ہی دیانتدار بننا چاہیئے۔ اور انصاف کے ساتھ موزوں فیصلہ کرنا چاہیئے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
قیمت ۴؍
منظور شدہ محکمۂ تعلیم
۱- لاہور زیر جن بذریعہ چٹھی نمبری ۶/۱۶۳۲۱- مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر
۲- پشاور زیر جن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۳-۲۷-۳۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک
سالانہ ۱۱؍۵
ششماہی ۳؍